الدعا والاستجابة

الفه

المفتقر الی ربہ الصمد السید احمد

حسب فرمائش

منشی فضل الدین تاجر کتب قومی کشمیری بازار لاہور

مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور

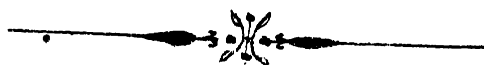
سنہ ۱۸۹۹ء

قیمت فی جلد ۲ر

الدعاء والاستجابة



الفہ



المفتقر الی اللہ الصمد السیّد احمد



سنہ ۱۸۹۹ء

سر سید احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور کی بعض تصنیفات کی فہرست

مجموعہ لکچرز سر سید احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور

اس میں سر سید مرحوم و مغفور کے کل لکچرز اور اسپیچیں غدر کے زمانہ کے بعد سے لیکر آج تک یعنی سر سید کی رحلت تک جتنی ہیں سب جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کے شروع میں سر سید مرحوم کی وہ مقبول اور دلوں کو ہلا دینے والی دعائیں جو سید صاحب نے وقتاً فوقتاً خداوند تعالیٰ کی جناب میں مانگی ہیں اس مجموعہ کے شروع میں درج کردی گئی ہیں۔ دعائیں بہت ہی پُراثر اور مقبول ہیں۔ ان دعاؤں کے پڑھنے سے طبیعت فوراً اپنے مالک حقیقی و احد مطلق کی طرف نہایت انکساری سے رجوع ہوجاتی ہے + قیمت ——— عہ

مرحوم سر سید کے گذشتہ ہفت رسالہ اخلاقی و تمدنی و مذہبی مضامین متعلقہ تہذیب الاخلاق

سر سید مرحوم و مغفور کے گذشتہ ہفت رسالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین جنکی قوم کو از حد ضرورت تھی یعنی از ابتدا سنہ ۱۲۸۷ ہجری سے لغایت سنہ ۱۲۹۳ ہجری چھپ کر تیار ہو گئے ہیں۔ اس میں سر سید کے وہ پُرزور اور دلچسپ مضامین ہیں جن کے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں۔ اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں۔ اسلامی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ایک کورس ہیں۔ مضامین نگاری کے لئے اتالیق اور اردو لٹریچر کی جان۔ یہی مضامین ہیں جنہوں نے سر سید کا بول بالا کیا۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق پڑھایا۔ ان مضامین کے مطالعہ سے آپ کو سر سید مرحوم کی محنت شاقہ کا نشان ملیگا۔ کہ اس مرحوم نے قوم کی اصلاح کے لئے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں اور کس قدر مشکلات کا سامنا ہوا۔ یہ تو پڑھنے سے روشن ہوجائیگا کہ قوم کو اس کتاب کی کہاں تک ضرورت ہے ۶۳۲ صفحے کی کتاب ہے + قیمت ——— للعہ

تفسیر القرآن جلد اول

یعنی تفسیر اردو سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقر مصنفہ سر سید مرحوم و مغفور۔ سر سید مرحوم تو ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے لیکن یہ زندہ یادگار ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے جس سے قوم ہمیشہ مستفیض ہوتی رہیگی + قیمت ——— للعہ

احکام طعام اہل کتاب

مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانے کیواسطے اسلام کے احکام۔ اس میں سر سید مرحوم نے نہایت معتبر حدیثیں اور قرآن کریم کی پاک آیتیں جمع کرکے اس پر بحث کی ہے اور نہایت خوبی سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے + قیمت ——— ۴ر

غرض کہ لفظ دعا اور ندا میں بلحاظ اُسکے حقیقی معنی کے امر مسئول عنہ داخل نہیں ہوتا

بلکہ وہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ ان دو آیتوں میں ہے پہلی آیت یہ ہے

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ

سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آیت ۳۳ - ال عمران ۳) اور دوسری آیت یہ ہے وَزَكَرِيَّا اِذْ

نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (آیت ۸۹ - الانبیاء ۲۱) ؎

بہت جگہ قرآن مجید میں بغیر لفظ دعا کے سوال کیا گیا ہے اور حاجت چاہی گئی

ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ نے کہا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ

حَلِيْمٍ (آیت ۹۸ و ۹۹ - الصافات ۳۷) اور سُوْرَةُ النَّمْل میں جو آیت ہے اَمَّنْ

يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (آیت ۶۳ - النمل ۲۷) اس میں بھی لفظ

دعا اُنہیں معنوں میں آیا ہے جو اَور آیتوں میں آیا ہے اور مسئول عنہ پر بولا نہیں گیا

ہے بلکہ اُسکا مطلب یہ ہے کہ اذا دعاہ بکذا وکذا ؎

لیکن اگر خدا سے کچھ مانگا جاوے اور سوال کیا جاوے تو اُس حالت میں

بھی خدا کی طرف متوجہ ہونا اور اُسکو معبود برحق سمجھنا لازم آتا ہے اور لفظ ندا لفظاً

یا معناً اُسپر مصدر ہوتا ہے اس لیئے دعا کا لفظ مسئول عنہ پر بھی بولا جاتا ہے اور

لفظ دعا کے معنی الابتہال الی اللہ بالسؤال کے ہوجاتے ہیں یعنی عاجزی کے

ساتھ خدا سے کچھ مانگنے کے اور یہی سبب ہے کہ دعا کو بمعنی اوّل لو یا بمعنی ثانی

عبادت کہا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الدعاء والاستجابۃ

دعا اور ندا دو لفظ مرادف ہیں اور اُن کے لغوی معنی پکارنے کے ہیں حضرت زکریا کے حال میں ایک جگہ خدا نے فرمایا وزکریا اذ نادیٰ ربّہٗ اور یہ کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ دعا اور ندا دو مرادف لفظ ہیں۔ خدا کو پکارنا اسکی طرف متوجہ ہونا اور اسکو حاضر سمجھنا اور اسکے اِلٰہ اور معبود برحق ہونے کا اقرار کرنا ہے۔ پس جو شخص کہ اسطرح پر خدا کو پکارتا ہے خدا اسکو قبول کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وقال ربکم ادعونی استجب لکم (آیت ۶۲ - المومن ۴۰) اور دوسری جگہ فرمایا ہے وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَالْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (آیت ۱۸۲ - البقر ۲) ٭

کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ان سوالوں پر جن کا ہونا مقدر نہیں ہے کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔

تقدیر کی دو قسمیں مبرم اور معلق قرار دینا بچوں کی باتیں ہیں اور اس پر بھی کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا کیونکہ جسکو تقدیر معلق قرار دیا جاتا ہے وہ بھی بمنزلہ اوسی کے ہوجاتی ہے جسکو تقدیر مبرم کہا جاتا ہے۔ معہذا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کا وعدہ عام ہے اور اُس میں کوئی چیز اور کوئی شخص مستثنےٰ نہیں ہے اور جبکہ یہ ثابت ہے کہ حصول سوال منحصر مقدر پر ہے تو استجابت دعا جسکا وعدہ خدا نے کیا ہے وہ اَور کوئی معنی رکھتا ہے۔

ہاں اس میں شبہ نہیں کہ بعض امور جن کا ہونا مقدر میں ہے اور اُن کے لیئے بھی دعا مانگی جاتی ہے وہ حاصل ہوجاتے ہیں اور اُن پر استجابت کا مجازاً اطلاق کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اس آیت میں هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ (آیت ۳۳-۳۴-آل عمران) اور جیسے کہ اس آیت میں ہے وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (آیت ۸۹-۹۰-الانبیاء)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (آیت ۱۲
اَلْمُومن ۴۰) عبادت کا لفظ مرادف دعا کے آیا ہے اس لیئے کہ شروع آیت مین
اُدْعُوْنِيْ کا لفظ ہے تو اُسکی مناسبت سے یَسْتَکْبِرُوْن کے بعد عَنْ دعائی
آتا مگر وہاں عَنْ عِبَادَتِيْ آیا ہے جو کافی ثبوت ہے کہ دعا اور عبادت مرادف
لفظ ہیں +

اِسی آیت کے مطابق دو حدیثیں مشکوۃ شریف میں موجود ہیں پہلی حدیث یہ ہے
عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء هو
العبادة ثم قراء وقال ربکم ادعونی استجب لکم رواه احمد والترمذی
وابوداؤد والنسائی وابن ماجه دوسری حدیث یہ ہے عن انس قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادة رواه الترمذی +

باقی رہی استجابت دعا، اگر استجابت دعا کے معنی اُس سوال کا پورا کر دینے
کے قرار دیئے جاویں تو اُس میں دو مشکلیں پیش آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ ہزاروں دعائیں
نہایت عاجزی اور اضطرار سے کیجاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جسکے معنی یہ ہوتے
ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابت دعا کا وعدہ کیا ہے۔ دوسرے یہ
کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدر ہیں یعنی علم الٰہی میں ہیں اور جو نہیں ہونے
والے ہیں وہ بھی علم الٰہی میں ہیں۔ اُن مقدرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔
پس اگر استجابت دعا کے معنی سوال کا پورا ہونا قرار دیئے جاویں تو خدا کا یہ وعدہ

احمد قوله اما ان یعجل له اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر وہ امر مقدر ہے
تو وہ ہوجاوے گا وقوله اما ان یدخرها فی الآخرة یہ اُنہی امور پر اشارہ
ہے جو مقدر نہیں ہیں اور دعا کے عبادت ہونے کے سبب اُسکا ثواب
آخرۃ میں ملیگا وھذا ھو قوله تعالیٰ ادعونی استجب لکم وقوله اما
ان یصرف عنه من السوء کما قال الله ویکشف السوء اس سے یہی
مراد ہے کہ وہ دعا اُس قوت کو تحریک کرنے والی ہوتی ہے جس سے اُس رنج
و مصیبت و اضطرار میں جو مطلب حاصل ہونے سے ہوتا ہے تسکین دیتی ہے
اور جبکہ دعا دل سے اور اپنے تمام فطرتی قواء کو متوجہ کرکے کیجاتی ہے اور خدا
کی عظمت اور بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ قوت
تحریک میں آتی ہے اور اُن تمام قوتوں پر جن سے اضطرار پیدا ہوا ہے اور اُس
مصیبت کا رنج برانگیختہ ہوا ہے اُن سب پر غالب ہوجاتی ہے اور انسان کو
صبر و استقلال پیدا ہوجاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا لازمۂ عبادت
ہے اور یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے ؛

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے
اور اُس کے دل کو اضطرار ہوتا ہے تو وہ کسی کی طرف استمداد و استعانت کے
لیئے رجوع کرتا ہے اگر وہ امر ایسا ہو کہ کوئی انسان اُس کی مدد کرسکتا ہے تو وہ انسان
کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر وہ امر کسی انسان کی مدد سے بالاتر ہے تو کسی

حضرت زکریا کے بیٹا پیدا ہونے کو مجازاً استجابت دعا کہا جاوے کیونکہ بیٹا ہونا مقدر میں تھا وہ ضرور ہوتا تھا - اسیطرح حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کی نسبت رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (آیت ۹۸-۹۹ - الصافات ۳۷) مجازاً استجابت دعا کہا جاتا ہے کیونکہ بیٹا ہونا مقدرات میں سے تھا -

اور جبکہ یہ بات محقق ہوئی کہ دعا عبادت ہے جو دل سے اور خضوع و خشوع سے ہو اُس کے قبول کرنے کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ کبھی نامقبول نہیں ہوتی تو استجابت دعا کی ٹھیک مراد عبادت کے قبول کرنے اور انسان کے دل میں جو حالت کہ صدق دل سے عبادت کرنے میں پیدا ہوتی ہے اُس کے پیدا ہونے کی ہوئی - وھذا ما وعد اللہ وان اللہ لا یخلف المیعاد قَالَ اللہُ تعالےٰ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (آیت ۱۲۱ - التوبۃ ۹) وَقَالَ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (آیت ۱۱۷ - ھود ۱۱) إِنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ (آیت ۱۹۳ - آل عمران ۳) ÷

جو معنی استجابت دعا کے مَیں نے بیان کیئے اُسکے مناسب مشکوٰۃ میں ایک حدیث ہے عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیھا اثم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بھا احدی - ثلث اما ان یعجل لہ دعوتہ واما ان یدخرھا لہ فی الاٰخرۃ واما ان یصرف عنہ من السوء مثلھا قالوا اذا فکثر قال اللہ اکثر رواہ

اُسکو کہا گیا ہے کہ خدا ہی سے مانگو جو مانگو۔ واللہ یعلم انہا مقدرام
الا فان لم یکن مقدرا یعطیک ثوابہا و یدخرہا لک فی الاخرۃ فاما
فی الدنیا یصرف عنک من السّوء مثلہا۔ فانظر ما تفعل فی امور دنیاک
انت تسعی بکمال جہد و اہتمام فی حصولہا و تعلم انہا لا تحصل ان
لم یکن مقدرا فان لک ان قصرت فی الدّعاء الی اللہ مع ان اللہ عزّوجل
وعدک احدی ثلث اما ان یعجل لک دعوتک و اما ان یدخرہا لک
فی الاخرۃ و اما ان یصرف عنک من السّوء مثلہا و لہذا قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یسال اللہ یغضب علیہ رواہ ابوھریرہ
(مشکوٰۃ) ؎

وھذہ دعائی الی اللہ - رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
(آیت ۱۲۱ - البقرہ ۲) ؎

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا
مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (آیت ۱۲۲ - البقرہ ۲)
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (آیت ۱۹۶ - البقرۃ ۲)
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آیت ۱۹۷ - البقرہ ۲)
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا

ایسی ہستی سے امداد چاہتا ہے جو اُس کے نزدیک اُس امر میں مدد کر سکتی ہے
مگر خدا نے ہمکو اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کی تعلیم دی ہے اور اُس کا لازمہ
یہ ہے کہ ہم کسی امر میں سوائے خدا کے اَور کسی سے مدد نہ چاہیں - وہ امر کیسا
ہی بُرا یا کیسا ہی چھوٹا ہو ؛

مشکوٰۃ میں یہ حدیث حضرت انسؓ سے مروی ہے قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلّم لیسال احدکم ربہ حاجتہ کلّھا حتّی یسال
شسع نعلہ اذا نقطع یعنی ہر شخص اپنی تمام حاجتیں خدا ہی سے مانگے یہاں تک
کہ اگر اُس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو اُسکو بھی خدا سے مانگے - پس دعا سے
مقصد یہ ہے کہ ہر حال میں بندے کو خدا سے تعلّق اور ہر امر میں اُس کی طرف
رجوع رہے نہ کسی غیر کی طرف ؛

جو لوگ کہ حقیقت دعا سے اور جو حکمت اُسمیں ہے اُس سے ناواقف ہیں وہ کہہ
سکتے ہیں کہ جب یہ امر مسلّم ہے کہ جو مقدر نہیں ہے وہ نہیں ہونے کا تو دعا سے کیا
فائدہ ہے - مگر اُس میں چند ناسمجھیاں ہیں - اوّل تو یہ معلوم نہیں کہ وہ مقدر ہے یا
نہیں - دوسرے یہ کہ وہ ایسا کہنے میں فطرت انسانی کو بھول جاتے ہیں کہ انسان
کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ حالت اضطرار میں یا حصول مطلب کے لیئے
دوسرے سے استمداد کی خواہش رکھتا ہے بلا خیال اس کے کہ وہ ہوگا یا نہیں
اور انسان کی یہ فطرت اُس سے جدا نہیں ہو سکتی اور مقتضائے اُسکی فطرت کے

مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (آیت ۱۱۴ - المائدہ ۵)

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آیت ۲۳ - اعراف ۷)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (آیت ۴۷ - الاعراف ۷)

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (آیت ۸۹ - اعراف ۷)

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (آیت ۱۲۶ - الاعراف ۷)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (آیت ۸۵ - یونس ۱۰)

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (آیت ۹ - کہف ۱۸)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (آیت ۱۱۱ - المومنون ۲۳)

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (آیت ۷۴ - فرقان ۲۵)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (آیت ۱۰ - الحشر ۵۹)

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (آیت ۴ - الممتحنۃ ۶۰)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آیت ۵ - الممتحنۃ ۶۰)

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آیت ۸ - التحریم ۶۶)

وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ (آیت ۲۸۶ - البقرۃ ۲) ✣

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آیت ۸ - آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آیت ۱۶ - آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (آیت ۵۳ آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (آیت ۱۴۷ - آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آیت ۱۹۱ آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آیت ۱۹۳ - آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آیت ۱۹۴ - آل عمران ۳) ✣

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (آیت ۸۳ - المائدۃ ۵)

رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً

الدعاء والاستجابۃ

اس رسالہ میں دعا اور اس کے مقبول ہونے کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اور قرآن شریف سے تمام دعاؤں کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے اور نہایت مدلل بحث ہے ✦ قیمت ۲ر

النظر فی بعض مسائل الامام الہمام ابو حامد محمد الغزالی علیہ الرحمۃ

اس میں آٹھ رسالے شامل ہیں جن میں امام غزالی کے بعض مضامین پر محققانہ بحث کی گئی ہے جو ان کی کتابوں المضنون بہ علی غیر اہلہ ✦ المضنون بہ علی اہلہ ✦ المنقذ من الضلال ✦ الاقتصاد فی الاعتقاد ✦ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ وغیرہ سے لئے گئے ہیں ✦ پہلے رسالہ میں خدا کی ذات پر بحث ہے ✦ دوسرے رسالے میں امام صاحب کے واردات قلبی کا بیان ہے ✦ تیسرے رسالہ میں فلسفہ کے اقسام اور ان کے علوم پر بحث کی گئی ہے ✦ چوتھے رسالہ میں روح کی حقیقت پر بحث ہے ✦ پانچویں رسالہ میں لوح و قلم کے معنوں کا بیان ہے ✦ چھٹے رسالے میں صراط و میزان کے معنوں پر بحث ہے ✦ ساتویں رسالہ میں ملائکہ اور جن و شیاطین کی حقیقت پر بحث ہے ✦ آٹھویں رسالہ میں امام صاحب کے رسالہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ کا ترجمہ ہے جس میں اس امر پر بحث کی گئی کہ کن باتوں سے تکفیر ہو سکتی ہے اور کن باتوں سے نہیں ✦ قیمت ۸ر

ترقیم فی قصہ اصحاب الکہف والرقیم

اس رسالہ میں اصحاب کہف کے قصہ پر جو قرآن مجید میں ہے نہایت متانت اور سنجیدگی سے محققانہ بحث کی گئی ہے ✦ قیمت ۵ر

فضائل الامام من رسائل حجۃ الاسلام

یعنی مکاتبات حضرت امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ جو ان کی وفات کے بعد امام صاحب کے چھوٹے بھائی امام احمد الغزالی نے جمع کئے اور جن کو سید صاحب مرحوم نے نہایت کوشش کے ساتھ صحت فرمایا اور ترجمہ کر کے بعض مقامات پر نہایت دلچسپ بحث کی ہے ✦ قیمت ۸ر

آخری مضامین

یہ وہ عالیقدر اور مقدس مضامین ہیں جو مرحوم مغفور سر سید نے از ابتدائے یکم شوال ۱۳۱۴ھ ہجری لغایت ماہ ذیقعد ۱۳۱۵ھ ہجری تک نہایت دلسوزی کے ساتھ لکھے اور آخر کار مضمون لکھتے لکھتے ہی ہم سے دائمی مفارقت کر کے اپنے مالک حقیقی کی طرف تشریف لے گئے۔ راقم کو اس خیال سے کہ یہ گوہر بے بہا ضائع نہ ہو جاویں۔ نہایت تلاش اور تجسس سے جمع کرا کر طبع کرائے اور مضامین اسی قوم کے نام نامی پر معنون کئے جس کے واسطے وہ جگر گوشہ بتول و آل رسول عمر بھر سر توڑ کوششیں کرتا رہا۔ وطن سے بے وطن ہوا۔ خویش و بیگانے اپنے و بیگانے کا ہدف تیر ملامت بنا۔ سختیاں سہتا رہا برے بول سنتا رہا۔ کبھی سودائی بنا کبھی مجنوں۔ پر حرف شکایت لب تک نہ لایا۔ کہا تو یہی کہا کہ رب اھد قومی انہم لا یعلمون۔ قوم کی یاد میں جیا۔ قوم کی دھن میں مرا۔ اور حب قومی کے شغف میں فنا فی القوم کے درجے کو پہنچا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ قوم اس عنونہ کی کہاں تک قدر کرتی ہے ✦ علاوہ محصولڈاک قیمت ۵ر

دیکھو! دیکھو!! دیکھو!!!

مفسر القرآن آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان علیہ الرحمۃ والغفران

کے

آخری مضامین

یہ وہ عالی قدر اور مقدس مضامین ہیں جو مرحوم سید نے از ابتدائے یکم شوال سنہ ۱۳۱۴ ہجری لغایت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۵ ہجری نہایت دلسوزی کی ساتھ لکھے اور آخر کار مضمون لکھتے لکھتے ہی ہم سے دائمی مفارقت کر کے اپنے مالک حقیقی کیطرف تشریف لیگئے۔ راقم نے اس خیال سے کہ یہ گوہر بے بہا ضائع نہ ہو جاویں نہایت تلاش اور تجسس سے جمع کرا کر طبع کرائے اور یہ مضامین اسی قوم کے نام نامی پر معنون کئے جسکے واسطے وہ جگر گوشۂ بتول و آل رسول عمر بھر سر توڑ کوششیں کرتا رہا۔ وطن سے بیوطن ہوا۔ خویش و بیگانے اپنے بیگانے کا ہدف تیر بنا۔ سختیاں سہتا رہا۔ بری بھلی سنتا رہا۔ کبھی سودائی بنا کبھی مجنون۔ پر حرف شکایت لب تک نہ لایا۔ کہا تو یہی کہا کہ رب اہد قومی انہم لا یعلمون۔ قوم کی یاد میں جیا۔ قوم کی دھن میں مرا۔ اور جب قومی کے شغف میں فنا فی القوم کے درجہ کو پہنچا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ قوم اس عنونہ کی کہانتک قدر کرتی ہے۔ جو مضامین اس کتاب میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

قیمت مجلد ایک روپیہ ۱ عہ علاوہ محصول ڈاک

(فہرست مضامین)

ازالۃ الغین

عن

ذی القرنین

للعبد المفتقر الی اللہ الصمد سید احمد

بفرمائش

منشی فضل الدین تاجر کتب قومی و مالک و مہتمم اخبار اشاعت

لاہور کشمیری بازار

۱۰ ہجری مقدس ۱۳



خلق الانسان

نئے فلسفہ دانوں نے انسان کی پیدائش کے متعلق نئی تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ انسان کیڑے سے پیدا ہوتا ہے لیکن آج سے ۱۳ سو برس پہلے مسلمانوں کی پاک کتاب اس بات کو دنیا پر روشن کر چکی ہے اسی مضمون کو سرسید احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور نے قرآن سے لے کر نہایت وضاحت سے لکھا ہے اور نئے فلسفہ دانوں کا خوب جواب دیا ہے اس کا مطالعہ ہر بشر کے لئے ضروری ہے + قیمت ——— ۲/

ازالۃ الغین عن ذکر ذوالقرنین

سکندر ذوالقرنین کے حالات کے متعلق اور یاجوج ماجوج اور سد یاجوج ماجوج اور سد گریٹ وال اور حالات چوانگ تی ذکر تاریخ چین جیمس کارکرن اور بنائے دیوار وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہے۔ سرسید احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور نے قرآن شریف سے یہ مضمون لے کر نہایت ہی اصلی حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب کے متن میں آیات قرآنی اور ترجمہ مع اردو یا مصنف کے ہے اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی ہے + قیمت ——— ۵/

الجن والجان علٰی ما فی القرآن

اس کتاب میں لفظ جن اور انس سے بحث کی گئی ہے کہ آیا قرآن شریف میں جو یہ لفظ استعمال ہوئے ہیں اس کے کیا معنی لئے جانے چاہئیں اس مضمون کے متعلق قرآن شریف کی تمام آیات جمع کر کے اور روایت اور لفظوں کے موقع بے موقع اور جا بے استعمال اور صرف نحو کے لحاظ سے نہایت مدلل بحث کے بعد اصل حالات لکھے ہیں + قیمت ——— ۵/

تحریر فی اصول التفسیر

اس کتاب۔ نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب اور سرسید احمد خاں صاحب بہادر کی خط و کتابت ہے بابت تفسیر قرآن سرسید احمد خاں مرحوم۔ نواب صاحب کو جس جگہ شبہ ہوا ہے یا انہوں نے جائز نہیں سمجھا اعتراض کئے ہیں۔ سرسید نے بھی تسلی کے لئے جواب لکھے ہیں۔ انہوں نے پھر جواب در جواب لکھا ہے۔ غرضیکہ عجیب و دلچسپ سلسلہ بحث ہے اس کے ساتھ سرسید احمد خاں نے مقاصد تفسیر لکھ دئیے ہیں جس شخص نے سرسید کی تفسیر پڑھی ہے اس کا فرض ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کرے تاکہ تفسیر جن اصولوں پر ہے معلوم ہو جائے + قیمت ——— ۵/

لکچر اسلام

سرسید احمد خاں صاحب بہادر مرحوم کا لکچر متعلق مذہب اسلام کی نسبت + قیمت ——— ۱/

المشتہر

خاکسار فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت

بازار کشمیری

لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ الّذی لہ المُلک والملکوت ولہ الکبریاء وَالجبروت وَالصّلوۃ والسّلامُ علیٰ رَسُولِہٖ محمّد خاتمِ النّبیّین وَعلیٰ آلہٖ الطاہرین وَاَصحابہٖ اَجمعین ؕ

اس رسالہ مین میرا مقصد ہے کہ سدّ یاجوج و ماجوج کی نسبت جو قصہ **ذوالقرنین** کا قرآن مجید مین مذکور ہے اُسکو مورخانہ تحقیقات سے بیان کرون اور قرآن مجید کی آیتون کو واقعی حالات سے مطابق کرکے دکھلاؤن کہ درحقیقت وہ قصہ کیا ہے - اور جس قدر بے سند اور ناقابل قبول روائتین ہماری کتابون اور تفسیرات مین اُس کے ساتھ شامل کی ہین اُن سے لوگون کو آگاہ کردون اور جو حقیقت اُس قصہ کی ہے اُس کو کھول دون - اس لیئے مین نے اس رسالہ کا نام **اِزالۃُ الغَین عَن ذِی القَرنَین** رکھا

قومی دلچسپیون کا نمونہ

حامیان اسلام!

آپکی لائبریری یا کتب خانہ کی الماریون مین مندرجۂ ذیل کتابین ضرور ہونی چاہئین کیونکہ یہ وہ کتابین ہین جن سے قوم کی خستہ حالی کی طرف عوام الناس کو توجہ دلائی گئی ہے - یہ وہ کتابین ہین جنہون نے مُردہ دلون کے واسطے مسیحائی کا کام کیا ہے - یہ وہ کتابین ہین جنہون نے افسردہ دلون مین تاثیر کی برقی دوڑائی ہے - یہ وہ کتابین ہین جو ملکی اور قومی اغراض کے واسطے اکسیر کا اثر رکھتی ہین - یہ وہ کتابین ہین جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیا ہین اور ہمین کیا ہونا چاہیئے - زیادہ نہین تو ایک ایک ہی کے لیئے ضرور ہی ارشاد ہو قیمت نقد یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل - وھُوَ ھٰذا:-

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
دلکش حصہ اول	۶ر	حسن انجلینا	۸ر	محصنات	۱۰ر
〃 〃 دوم	۸ر	شہید وفا	عہ ر	ایاسے ملے	۱۰ر
دلچسپ حصہ اول	۶ر	شام نرائن اور پاربتی	۱۲ر	فسانہ آزاد جلد اول	عکر
〃 〃 دوم	۸ر	بزم خیال حصہ اول	۱۲ر	〃 〃 دوم	ے ر
دلفریب حصہ اول	۶ر	دلربا	۶ر	〃 〃 سوم	ے ر
سلطان نازک آرا	۶ر	مہابھارت حصہ اول	۱۰ر	〃 〃 چہارم	ے ر
سلطان حشمت آرا	۱۲ر	مہتاب بیگم	عہ ر	جام سرشار	۸ر
عمر عیاش ہر دو حصہ	عکر	زن مرید	۶ر	آئینہ روزگار	۸ر
فاتحہ بنگالہ	۸ر	حامد و لبہار	۶ر	نمونہ وفا	۱۰ر
درگیش نندنی	عہ ر	البرٹ بل	۶ر	سوزن عشق	عکر
ملک العزیز ورجنا	۸ر	ڈاکٹ اور بر	۱۲ر	الہ دین لیلیٰ	عکر
منصور موہنا	۸ر	فریب وفا	۱۰ر	حاجی بابا اصفہانی	عکر
		تعبیر خواب	۳۰ر		

اور قبلی اور اسل بربر تک پہونچا - پھر دارا پر حملہ کیا اور اُسکو شکست
دی اور فارس کے ملک پر قبضہ کرلیا - پھر ہندوستان اور چین پر
چڑھائی کی اور دوسرے ملکون کو فتح کرتا ہوا خراسان مین آیا اور بہت سے
شہر آباد کیے اور پھر عراق مین آیا اور شہر زور مین بیمار ہو کر مرگیا -

اب امام رازی صاحب فرماتے ہین کہ جب **قرآن** سے ثابت
ہوا کہ ذوالقرنین ایک ایسا شخص تھا کہ جس نے تمام زمین پر یا قریباً کل پر
بادشاہت کی تھی اور علم تواریخ سے ثابت ہوا کہ ایسا بادشاہ سوائے
سکندر کے اور کوئی نہین ہوا - تو اب بالیقین قرار پایا کہ **ذوالقرنین**
سے مراد سکندر بن فیلقوس یونانی ہے - **هكذا في تفسير الكبير**

اسمین تو کچھ شک نہین کہ جب **قرآن مجید** مین اُس بادشاہ
کا نام نہین بتایا بلکہ صرف اُس کے چند پتے بتائے ہین تو ہر شخص کو
اس پہیلی کے بوجھنے کا خیال پیدا ہوگا - مگر ہمکو افسوس ہے کہ امام صاحب
نے اُسکو ٹھیک ٹھیک نہین بوجھا - نہ سکندر کے زمانہ کی تاریخ اس بات
کی شہادت دیتی ہے کہ وہ تمام دنیا پر مشرق سے مغرب تک بادشاہ
ہوگیا تھا اور نہ وہ وہان تک جہان آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے پہنچا
تھا اور نہ دنیا کا جغرافیہ اُن باتون کی جن کا ذکر امام صاحب نے اپنی
تفسیر مین کیا ہے تصدیق کرتا ہے اس لیئے ہمکو جرأت ہوئی ہے
کہ اپنے یقین سے یہ بات کہین کہ امام صاحب نے جو **ذوالقرنین**
سے اسکندر یونانی مراد لیا ہے محض غلط ہے - اب امام صاحب

ہے اور خدا سے اُمید ہے کہ جیسا اُس کا نام ہے ویسا ہی وہ ہوگا۔
واللہ المستعان ؀

یسئلونک عن ذی القرنین

خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ "تجھ سے پوچھتے ہین ذوالقرنین کا حال"
اب مسلمان مورخون اور مفسرون نے اس بات پر غور کرنی شروع
کی کہ ذوالقرنین کون تھا۔

قرآن مجید مین یہ لفظ آیا تھا انا مکنا لہ فی الارض یعنی
ہمنے اُسکو قدرت دی تھی زمین مین اس لیئے اکثر مفسرین نے
تسلیم کیا کہ وہ کوئی بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اب یہ سوچ ہوئی کہ ایسا بڑا
بادشاہ جس نے تمام دنیا کو مشرق سے مغرب تک لے لیا ہو کون
تھا۔ غالباً ایسا بادشاہ تو اُن کو کوئی نہین ملا۔ اس لیئے انہون نے
تلاش کیا کہ سب سے بڑا بادشاہ کون ہوا ہے۔ تاریخ کی کتابون کو ٹٹولا
اور یہ قرار دیا کہ سکندر اعظم بن فیلقوس یونانی سب بادشاہون مین بڑا
بادشاہ تھا۔ کیونکہ جب اُسکا باپ فیلقوس مرا تو مملکت روم مین جو
طوائف الملوکی تھی اُن سب کو مغلوب کرکے ایک سلطنت بنائی
پھر مغرب کے بادشاہون کو مغلوب کیا اور بحر اخضر تک جا پہونچا پھر
وہان سے پھرا اور مصر مین پہونچا اور وہان اپنے نام پر اسکندریہ
بنایا پھر شام مین پہونچا اور بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور بیت المقدس مین
پہونچکر قربانی کی۔ پھر آرمینیہ اور باب الابواب مین آیا اور اہل عراق

بیٹا جسنی فیلقوس نے اُسکو اپنا بیٹا بنا لیا - اس کے ثبوت مین یہ دلیل
بیان کی ہے - کہ جب دارا زخمی ہوا اور سکندر اُس کا سر گود مین لیکر
بیٹھا تو سکندر نے دارا سے کہا کہ اے ابا جان تمکو کس نے زخمی کیا پھر
سکندر اگر دارا کا بیٹا نہوتا تو اُسکو ابا جان کیون کہتا - پس سکندر کا باپ تو
دارا تھا اور اُسکی مان رومی تھی - دو نسلین مل گئین - اس لیئے اُس کو
ذوالقرنین کہا گیا -

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُس کے وقت مین انسانون کے
دو قرن گذرے تھے - مگر نہین بتایا کہ انسانون کے دو قرن گذرنے
سے کیا مراد ہے -

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُس کے سر کی دو طرفین تانبے کی
تھین - **کان صفحتا راسه من النحاس** مگر اس کی کچھ
تشریح نہین کی - کہ **کان صفحتا راسه من النحاس** سے
کیا مراد ہے -

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُس کے سر پر پیدائشی کوئی ایسی چیز
تھی جو دو سنگینون کے مشابہ تھی - غالباً اسی خیال سے لوگون مین یہ
بات مشہور ہوئی ہے کہ سکندر کے سر پر دو سینگ تھے -

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُس کے تاج مین دو سینگ بنے
ہوئے تھے -

ایک یہ کہی ہے کہ اُس کی دو زلفین تھین اُن ہی کو دو سینگ

اس بات پر متوجہ ہوئے ہیں کہ سکندر کو **ذوالقرنین** کیوں کہا
ہے اور اس کے کئی وجہیں بیان کی ہیں - ایک یہ کہ وہ **قرنی الشمس**
تک یعنی مشرق و مغرب تک پہونچا تھا - اور ایک جھوٹی حدیث کسی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بنائی ہے کہ **سُمّی بذی القرنین**
لانہ طاف قرنی الدنیا یعنی شرقہا و غربہا - غالباً اس وجہ
کے بیان کرتے وقت امام صاحب کا خیال ہے کہ زمین مربع ہے اور
اُس کا ایک کنارہ مشرق ہے اور ایک کنارہ مغرب اور اُن کناروں سے
آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہے - لیکن اگر درحقیقت زمین گول ہے تو
انسان مشرق و مغرب تک کیونکر پہونچ سکتا ہے کیونکہ آفتاب کا طلوع
و غروب باعتبار اُفق کے کہا جاتا ہے - پس انسان جہاں تک چلا
جاوے اُفق بدلتا جاوے گا - اور مشرق و مغرب کی یکساں حالت
رہیگی اور کبھی مشرق و مغرب تک نہ پہونچ سکیگا - اور اگر ہم بالفرض باعتبار
کسی ملک کے اُفق کے یا بالتخصیص ملک روم کے اُفق کے جہاں
سکندر کا دار السلطنت تھا زمین کے نصف کرہ فوقانی کے ایک نقطہ کو
مشرق اور ایک کو مغرب قرار دیں تو بھی سکندر وہاں تک نہیں پہونچا تھا -
پس یہ دلیل جو وجہ تسمیہ کی بیان کی ہے سراسر غلط ہے -

ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ سکندر دارا کا بیٹا ہے نہ فیلقوس کا -
فیلقوس نے اپنی بیٹی کی شادی دارا سے کردی تھی مگر دارا نے اُسکو نکالدیا
اور اُس کے باپ کے گھر بھیجدیا - لیکن وہ حاملہ ہوچکی تھی اپنے باپ کے گھر

تحت لا یکون ملک مثلہ من تلک ملوک ... لانہم ارادوا ... قال الفرس انہ ذکروہ ... الفرس والروم ... فیلقوس فہو ابنہ ... قال الاسکندر ابوہ ... علی ہذا التقدیر ... فعل ہذا الامتناع ... الی اخشون بن عمر

من نسب غیر نسب ملوک العجم وہو في الحقیقۃ کذب وانما قال الاسکندر ای علی سبیل التواضع اکرم دارا ابنہ (ذوالقول الثانی) قال ابوالریحان البیرونی المنجم في کتابہ الذي سماہ بالآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ ان ذالقرنین ہو ابوکرب شمس بن عبیر بن افریقش الحمیری فانہ بلغ ملکہ مشارق الارض ومغاربہا وہو الذي افتخر بہ احد الشعراء من حمیر حیث قال قد کان ذوالقرنین جدی مسلما ملکا علا في الارض غیر مفلل بلغ المشارق والمغارب یبتغی اسباب ملک من کریم سید ... قال ... ہذا القول اقرب لان الاذواء کانوا من الیمن وہم الذین لا تخلو اسماؤہم من ذی کذی النون ... والقول الثالث انہ کان عبدا صالحا

مگر یہ دلیل بھی ٹھیک نہین ہے اس لیے کہ اول یہ ثابت ہونا
چاہیے کہ ذوالقرنین اسی ملک کی زبان کا لفظ ہے جس ملک کا
وہ بادشاہ تھا حالانکہ یہی امر تحقیق طلب ہے۔ معہذا جس قدر اعتراضات
سکندر کی سلطنت اور قرآن مجید کی آیات کو اس کی مملکت کی حالت
کے مطابق ہونے پر ہین وہی سب اعتراضات ابوکرب کی سلطنت و
مملکت پر بھی وارد ہوتے ہین۔

بعض مورخون کا قول ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک بندہ تھا
خدا کی عبادت مین اسی کے دائین قرن مین مارا گیا وہ مر گیا خدا نے اسکو
پھر زندہ کیا۔ پھر بائین قرن پر مارا گیا پھر مر گیا پھر خدا نے اسکو زندہ کیا اور
ذوالقرنین اس کا نام ہوا۔ اور بادشاہ ہو گیا ہے۔ کیا یہ کچھ کم افسوس
کی بات ہے بلکہ ایسی بے سروپا باتین قرآن مجید کی تفسیرون مین لکھی
ہوئی دیکھتے ہین۔

بعض مورخون نے کہا ہے کہ ذوالقرنین فرشتون مین سے
ایک فرشتہ تھا۔ یہ تمام اقوال جو ہم نے بیان کیے ہین تفسیر کبیر مین
منقول ہین۔

اب ہمارے مفسرون نے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ ذوالقرنین
نبی یعنی پیغمبر تھا یا نہین۔ بعضون نے کہا ہے کہ نبی تھا۔ بعضون نے
کہا کہ نبی نہین تھا۔ جو لوگ اسکے نبی ہونے کے قائل ہین انہون
نے یہ دلیل پکڑی کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انا مکنا لہ فی الارض

انا مکنا له فی الارض یعنی التمکین یحتمل ان یکون المراد منه التمکین بسبب النبوة ویحتمل ان یکون المراد منه التمکین بسبب الملک من حیث انه ملک مشارق الارض و مغاربها والاول اولی

جملة ما قيل في هذا الباب والقول الاول الملك فهذا حتى تسموا باسماء ان تسموا باسماء الانبياء اللهم اغفر ما ضيعتم ذي القرنين فقال سمع رجلا يقول يا من الملائكة عن عمر انه ان ذي القرنين ملك والظلمة (القول الرابع) بذلك لانه دخل النور (الحادي عشر) سمي السبب بذي القرنين لهذا

کہا ہے۔

سب سے بڑی دلچسپ یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نور وظلمت دونون کو اُس کا مسخر کیا تھا۔ اس لیئے اُسکو ذوالقرنین کہتے تھے۔

ایک یہ وجہ لکھی ہے کہ بسبب شجاعت کے اُسکو ذوالقرنین کہتے تھے جیسے کہ شجاع آدمی کو مینڈھے سے تشبیہ دیتے ہین جس کے دو سینگ ہوتے ہین۔

ایک اَور دلچسپ وجہ لکھی ہے کہ سکندر نے خواب مین دیکھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ اور آفتاب کے دونون کنارے یا دونون سینگ (بہتر یہ کہنا ہے کہ دونون کان) پکڑ کر لٹک گیا تھا۔ اس لیئے ذوالقرنین کہتے ہین۔

ایک یہ وجہ لکھی ہے۔ کہ اُس نے نور مین اور ظلمات مین دونون مین سفر کیا تھا۔ پس ذوالقرنین ہوگیا۔

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ مین حمیری خاندان کے بادشاہون مین سے ابوکرب بن عبیر بن افریقس کو ذوالقرنین قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ اُس کا ملک مشرق و مغرب تک پہونچ گیا تھا اور اُسپر بڑا قرینہ یہ قایم کیا ہے کہ ذو کا لفظ حمیری خاندان کے بادشاہون کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسے ذی نواس وغیرہ۔

اظهر لاجل الدليل الذي ذكرناه وهو ان مثل هذا الملك العظيم يجب ان يكون معلوم الحال عند اهل الدنيا والذي هو معلوم الحال عند الملك العظيم هو الاسكندر فوجب ان يكون المراد بذي القرنين هو الاسكندر الا ان فيه اشكالا وهو انه كان تلميذا لارسطاطاليس الحكيم وكان على مذهبه فتعظيم الله اياه يوجب الحكم بان مذهب ارسطاطاليس حق وصدق وذلك [illegible]

المسئلة الثالثة اختلفوا في ذي القرنين هل كان من الانبياء منهم من قال انه نبي واحتجوا عليه بوجوه الاول قوله انا مكنا له في الارض والاولى حمله على التمكين في الدين والتمكين الكامل في الدين هو النبوة [illegible]

که وہ سد جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور ایسی مستحکم و مضبوط بنائی
گئی ہے کہ مفسرین اور مورخین کے زمانہ تک اس کا معدوم ہو جانا غیر ممکن
تھا ہے فی الحقیقت کس جگہ واقع ہے صرف قیاساً یہ کہدینا کہ شمال میں
بنی ہوگی کافی نہیں صاف طور پر اور بالتحقیق بتانا چاہیے کہ وہ سد
فلاں مقام پر موجود ہے —

اس کے بعد تحقیق کرنا چاہیے کہ اسکو کس بادشاہ نے بنایا تھا
جس بادشاہ نے بنایا ہو اسی پر قرآن مجید میں **ذوالقرنین** کا اطلاق
ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اس بادشاہ کو **ذوالقرنین** کہنے کی وجہ معلوم
ہو یا مشتبہ رہے مگر اس کے نہ معلوم ہونے یا مشتبہ رہنے سے کوئی حرج
اصل واقعہ کے ثابت ہونے میں نہیں ہوتا کیونکہ واقعہ جس کا ثبوت درکار
ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ وہ سد بنی اور فلاں مقام پر موجود ہے اور
فلاں بادشاہ نے اسکو بنایا ہے

اس کے بعد اس بادشاہ کی مملکت اور اسکی سلطنت پر غور کرنا
ہے کہ وہ حالات ان باتوں کے مطابق ہیں جو قرآن مجید میں اس بادشاہ
کی سلطنت یا مملکت کی نسبت بیان ہوئے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر وہ
مطابق ہوں تو کافی یقین ہوگا کہ اسی بادشاہ کا ذکر قرآن مجید میں ہے
اور اسی پر ذوالقرنین کا اطلاق ہوا ہے۔

اسی کے ساتھ **یاجوج** اور **ماجوج** کا تاریخانہ طور سے حال
بیان کرنا چاہیے نہ قصہ اور کہانی کے طریقہ پر اور قرآن مجید کے الفاظ

یعنی ہمنے اُسکو قدرت دی زمین مین" تو قدرت سے اشارہ ... قدرت فی الدین قرار دینا اولیٰ ہے اور یوہی قدرت دین مین ثابت ہے اس لیئے ذوالقرنین نبی تھا۔

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے۔ وآتیناه من کل شیٔ سببا یعنی "ہمنے دیا اُسکو ہر ایک چیز کا سامان۔ اور ہر چیز کے لفظ مین نبوت بھی داخل ہے۔ اور اس لیئے ذوالقرنین کو نبوت بھی دی گئی تھی۔

تیسری جگہ خدا نے کہا قلنا یا ذاالقرنین یعنی "ہمنے کہا اے ذوالقرنین" اور خدا جس سے بات کرتا ہے وہ نبی ہوتا ہے پس ذوالقرنین بھی نبی تھا۔

بعضون نے کہا کہ ذوالقرنین نبی نہین تھا اور ... مکناله فی الارض سے اُسکی قوت سلطنت اور من کل شیٔ سببا سے ذریعہ حصول تسلط ملک پر مراد لینی چاہیے مگر امام رازی صاحبؒ ان الفاظ سے ذوالقرنین کے نبی ہونے کو تقویت دیتے ہین۔

مفسرین کو جو اس قدر غلطیان یا مشکلین ان آیتون کی تفسیر مین پڑین اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ انہون نے واقعات کی تحقیق مین اُلٹی راہ اختیار کی ہے یعنی اول اس بات کی تحقیق شروع کی ہے کہ ذوالقرنین کون تھا۔ حالانکہ اول اس بات کو دریافت کرنا تھا

اسمین کچھ شک نہین کہ یہ دونون لفظ عجمی زبان کے ہین توریت
کتاب پیدایش باب دہم آیت دوم مین یافث کے ایک بیٹے کا
نام آیا ہے ماغوغ عبری زبان مین غین کا تلفظ گاف کی آواز سے
ہوتا ہے پس ماغوغ بولا جاتا ہے ماگوگ عربی مین گاف کو جیم سے
بدل لیتے ہین اس لیئے ماگوگ کا ماجوج ہوگیا۔ بیبل کا عربی
ترجمہ جو پوپ کے حکم سے ہوا اور ۱۶۷۱ء مین چھپا اُسمین بھی ماغوغ
کو ماجوج عربی مین لکھا ہے۔

یورپ کی زبانون مین واؤ کا تلفظ ایسی آواز سے ہوتا ہے جو آواز
مابین آواز حرف الف اور حرف واؤ یا واؤ منقلب بالف ہو۔ اس وجہ
سے جب توریت کا ترجمہ یونانی زبان مین ہوا تو ماغوغ کا تلفظ ماگوگ
یا میگاگ لکھا گیا اور میگاگ کی نسل یعنی اُس قوم کا جو میگاگ
سے نکلی گوگ یا گاگ نام ہوا اور پھر اُس ملک پر بھی جہان وہ آباد
تھی گاگ کا استعمال ہونے لگا۔ مگر استعمال مین یہ دونون لفظ ساتھ ساتھ
بولے جاتے تھے جیسے گاگ میگاگ اور ایک کا دوسرے پر بھی
اطلاق ہوتا تھا۔ عربی زبان مین بجائے گاگ میگاگ کے یاجوج ماجوج
کا استعمال ہوا۔ پس یہ دونون لفظ عجمیہ ہین اور بطور علم کے مستعمل ہوتے
ہین اور اسی لیئے عربی زبان مین غیر منصرف مستعمل ہوتے ہین۔

کتاب حزقیل نبی باب ۳۸۔ ورس ۲ مین گوگ کا لفظ قوم پر
اور ماگوگ کا لفظ ملک پر بولا گیا ہے۔

کے سیدھے اور صاف معنی لینے چاہئین نہ پیچیدہ اور دُور از کار۔
چنانچہ اب ہم اِس واقعہ کے بیان کرنے مین اِسی طریقہ کی پیروی
کرین گے ۔

یاجوج وماجوج

ہمارے بعض علمانے یاجوج وماجوج کو عربی زبان کا لفظ بنانا چاہا
ہے ۔ کسائی کا قول ہے کہ یاجوج ۔ اجیج النار سے نکلا ہے
جس کے معنی شعلہ کے بھڑکنے کے ہین اور ماجوج ۔ موج البحر
سے نکلا ہے جو کہ وہ قوم چلنے اور دوڑ مارنے مین بہت تیز اور سریع الحرکت
تھی اس لیئے اِس نام سے موسوم ہوئی ۔ بعضون نے کہا اجیج الملح
سے نکلے ہین جس کے معنی نمک کی نمکینی کی شدید تیزی کے ہین ۔
قُتیبی کا قول ہے کہ اَجُ الظلیم سے نکلا ہے جس کے
معنی دوڑ کر چلنے کے ہین ۔
خلیل کا قول ہے کہ اج مسور کی مانند دانہ ہوتا ہے اور مج الریق
بھی عرب مین بولا جاتا ہے پس یاجوج وماجوج اُن لفظون سے
مشتق ہوئے ہین ۔
مگر یہ سب قول غلط ہین صحیح قول یہ ہے جسکو تفسیر کبیر مین بھی نقل
کیا ہے کہ اِنّھما اِسمان اَعجمیان مَوضوعان
بدلیل منع الصرف ۔

قال ابن جریج هناك مدینة لها اثنا عشر الف باب لولا اصوات اهلها سمع الناس وجبة الشمس حین تغیب ... قوله تعالى قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیهم حسنا

رہنے کی جگہ تھی اور تاتاری اُن ہی کی نسل سے ہین بہت سی لوگون نے
تاتاریون کو دیکہا ہوگا وہ مثل عام انسانون کے ہین اُن مین کوئی
بھی عجیب بات نہین ہے البتہ کہوسی ہوتے ہین۔

سَدّ یا گریٹ وال

کچھ شُبہ نہین ہے کہ جس سَدّ کا ذکر قرآن مجید مین ہے وہ
وُہی دیوار ہے جو چین اور تاتار یا سہتیا کی سرحد پر بنائی گئی ہے
اور جسکو چی وانگ ٹی فغفور چین نے درمیان سنہ ۲۴۲ و ۲۳۵ قبل
مسیح مین بنایا تھا۔

یہ دیوار ہانگ ہو دریا کی غربی موڑ سے جو ایک پہاڑ کے
قریب ۳۷ درجہ ۱۵ دقیقہ عرض بلد اور ۱۰۷ درجہ طول بلد پر واقع ہے بنائی
شروع ہوئی اور پھر اُس دریا کے دوسری موڑ کو قریباً ۳۹ درجہ عرض بلد
اور ۱۱۱ درجہ طول بلد پر کاٹ کر اور خنجان پہاڑون کے جنوبی سلسلہ
کے نیچے ہوکر خلیج لیوٹونگ کے کنارہ پر ٹھیک چالیس درجہ عرض
بلد اور ایک سو بیس درجہ طول بلد پر ختم ہوئی ہے طول اس دیوار کا
بارہ سو سے پندرہ سو میل کا بیان ہوا ہے۔

حال سلطنت چے وانگ ٹی

چین کی تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ فغفور ای چن کے

خیر الله ذا القرنین فیهم بین التعذیب لهم ان اقاموا على الکفر وبین المن علیهم والعفو عنهم وهذا التخییر على معنى الاجتهاد في اصلح الامرین کما خیر نبیه علیه السلام بین المن علیهم والعفو عنهم ... علیه السلام بین المن على المشرکین وبین قتلهم وقال الاکثرون هذا التعذیب هو القتل واما اتخاذ الحسنى فهو اسرهم احیاء ثم قال ذو القرنین اما من ظلم ای ظلم نفسه بالاقامة على الکفر والدلیل على ان هذا هو المراد انه ذکر في مقابلته واما من امن وعمل صالحا ثم قال فسوف نعذبه ای بالقتل في الدنیا ثم یرد الی ربه فیعذبه

تعالى ووجد عندها قوما الضمير في عندها الى ماذا يعود فيه قولان الاول انه عائد الى الشمس ويكون التانيث للشمس كان الانسان لما تخيل ان الشمس تغرب هناك كان سكان هذا الموضع كانهم سكنوا بالقرب من الشمس والقول الثاني ان يكون عائدا الى الضمير العائد الى العين الحامية وعلى هذا القول فالتاويل ما ذكرناه ثم قال تعالى قلنا يا ذا القرنين اما ان تعذب واما ان تتخذ فيهم حسنا

بعض مسلمان مورخون نے لکھا ہے کہ یاجوج وماجوج نہایت قلیل الجثہ اور صغیر القامتہ ہین یعنی صرف بالشت بھر کا اُن کا قد ہے یعنی بالشتئی ہین اور بعضون نے لکھا کہ نہایت قوی الجثہ اور طویل القامت ہین اُن کے ناخن اور دانت ڈاڑھہ درندہ جانورون کی مانند ہین وہ آدمیون کو مار کر اُن کا کچا گوشت کھا جاتے تھے اور کھیتی پکنے کے موسم مین نکل کر تمام کھیتون کو چیٹ کر جاتے تھے - یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اُن کے کان اتنے بڑے ہین کہ ایک کو بچھا کر اور ایک کو اوڑھکر سو رہتے ہین -

مگر یہ سب کہانیان جھوٹ اور محض بے اصل ہین وہ لوگ تاتاری ترک ہین - ہمارے علما نے بھی لکھا ہے اور تفسیر کبیر مین بھی اُس قول کو نقل کیا ہے کہ **قیل انہما من الترک** یہ قوم اب تک موجود ہے اور تمام ملک تاتار اور چینی تاتار مین آباد ہے -

مگر جب مین نے یہ بیان کیا کہ **یاجوج وماجوج** - **گاگ میگاگ** سے معرب ہو گیا ہے اور ان مین سے ایک کو قوم کا اور ایک کو ملک کا نام بتایا ہے تو یاجوج وماجوج کو جو شخص سمجھنا چاہیے کہ ہماری مورخون اور مفسرون نے سمجھا ہے صحیح نہین ہوگا بلکہ اُن سے وہی مطلب سمجھا جاویگا جو **گوگ** اور **ماگوگ** سے سمجھا جاتا ہے - جو ملک کہ اب بھی تبت کے شمال مین واقع ہے اور جو قدیم زمانہ مین سیتھیا اور تاتار کہلاتا تھا اور حال کے نقشون مین چینی ترکستان کے نام سے لکھا جاتا ہے اس قوم کے

على انه تعالى تكلم معه من غير واسطة و ذلك يدل على انه كان نبيا وحمل هذا اللفظ على الرسالة انه خاطبه على السنة بعض الانبياء فهو عدول عن الظاهر البحث الثاني قال اهل الاخبار في صفة ذي القرنين انه

ہوئے ہین۔

انا مکناله فی الارض مین جو لفظ **فی الارض** کا آیا ہے
اُس سے تمام دنیا از شرق تا غرب افق مراد لینا جبکہ وہ لفظ ایک بادشاہ
کی بادشاہت کے حال مین آیا ہے اُس شاعرانہ خیال سے بھی زیادہ
عجیب ہی۔ قرآن مجید مین متعدد جگہ لفظ الارض کا خاص ملک پر بلکہ
خاص زمین پر اطلاق ہوا ہے۔ جن لوگون نے مکہ سے ہجرت نہین
کی تھی اور وہین کافر مرے اُن سے فرشتے پوچھین گے **فیم کنتم**
یعنی تم کس حال مین تھے وہ کہین گے **مستضعفین**
فی الارض یعنی ہم لاچار تھے زمین مین یعنی مکہ مین لاچار و مغلوب
تھے۔ فرشتے کہین گے **الم تکن ارض اللہ واسعة**
فتہاجروا فیہا۔ یعنی کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی تاکہ تم
اُسمین ہجرت کرجاتے۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ بیسیون جگہ قرآن مجید مین الارض کا
لفظ خاص مُلک پر اطلاق ہوا ہے بس **مکناله فی الارض**
سے صاف مراد یہ ہے کہ ہمنے اُسکو ایک مُلک پر بادشاہت دی تھی۔

سلطنت چین کی ایک بہت وسیع سلطنت تھی تبت اور تمام
ملک جو اُس کے قریب واقع تھے جیسے برہما۔ انام۔ سیام و ملایا سب
اُسمین شامل اور فغفور چین کے باجگذار تھے۔ چین کی تاریخون سے
ثابت ہوتا ہے کہ **چوسی انگ** فغفور کے وقت مین اکثر صوبے

مرنے کے بعد تیرہ۱۳ برس کی عمر مین چی وانگ ٹی ۲۴۷ قبل مسیح
مین تخت پر بیٹھا اور لی ساتی نامے ایک عاقل شخص کو اپنا
وزیر کیا۔

اِسکی سلطنت دو زمانون پر منقسم ہوتی ہے پہلا زمانہ وہ ہے جبکہ
اِس بادشاہ نے اپنی تمام ہمت روپیہ جمع کرنے اور ہر قسم کا سامان اکٹھا
کرنے مین صرف کی اور دوسرا زمانہ وہ ہے جبکہ اُس نے ہر قسم کا سامان
جمع کرنے کے بعد مُلک گیری اور فتوحات نمایان حاصل کین۔ اُسکی
اس حالت کا صاف اشارہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے جہان خدا نے
فرمایا ہے۔ **انا مکنا لہ فی الارض و اتیناہ من کل
شئ سببا فاتبع سببا۔**

یعنی ہمنے دی اُسکو قدرت زمین مین اور ہم نے دیا اُسکو ہر چیز کا
سامان پھر وہ درپے ہوا سامان کے یعنی سامان جمع کرنے کے۔ یہ
فقرہ قرآن مجید کا اور خصوصاً الفاظ **فاتبع سببا** بالکل اُس بادشاہ
کے پہلے قرن یا زمانہ کی ہسٹری بتاتے ہین۔

مکنا کے لفظ سے اور **من کل شئ** کے لفظ سے
قدرت فی الدین سمجھنا اور پھر **قدرت فی الدین** کو نبوت
قرار دینا اور اُس بادشاہ کی نسبت یہ بحث کرنا کہ وہ نبی تھا اور پھر
اُس کے نبی ہونیکو ترجیح دینا ایسے دُور از کار خیالات ہین جن کا ذرا بھی
اشارہ قرآن مجید سے نہین پایا جاتا اور جو شاعرانہ خیالات سے بھی ہی

ظاہر ہے کہ کوئی قوم آفتاب کے پاس موجود نہین ہے اور یہ بات بھی
ہے کہ آفتاب کئی مرتبہ زمین سے بڑا ہے پھر کس طرح اُس کا زمین کے
چشمون مین سے کسی چشمہ مین ڈوبنا عقل مین آسکتا ہے اور جب یہہ
بات ثابت ہے تو ہم خدا کے اِس قول کی کہ **تغرب فی عین حمئتہ**
کی کئی وجہ سے تاویل کرین گے ۔

اوّل یہ کہ جب **ذوالقرنین** مغرب مین ایک جگہ پہونچا اور اُسکے
بعد کوئی معمورہ باقی نہ رہا تو اُس نے آفتاب کو پایا کہ گویا وہ پانی کے
چشمہ مین ڈوبتا ہے ۔ گو کہ درحقیقت ایسا نہو جس طرح کہ سمندر مین
سفر کرنیوالا جبکہ اُسکو کنارہ نہ دکھائی دیتا ہو آفتاب کو دیکھتا ہے کہ وہ
سمندر مین ڈوبتا ہے حالانکہ وہ سمندر سے بہت دور ڈوبتا ہے ۔ یہ وہ
تاویل ہے جسکو **ابو علی الجبائی** نے اپنی تفسیر مین بیان کیا ہے

دوسرے یہ کہ زمین کی جانب غرب آبادی ہے جو سمندر سے
گھری ہوئی ہے ۔ تو دیکھنیوالا سمجھتا ہے کہ آفتاب اُس سمندر مین ڈوبتا
ہے ۔

تیسرے یہ کہ اہل اخبار یعنی روایتون کو تسلیم کرنیوالے کہتے ہین کہ
آفتاب گرم پانی کے چشمہ مین جسمین نہایت گرم اور بہت زیادہ پانی ہے
ڈوبتا ہے ۔ یہ قول نہایت بعید ہے اس لیے کہ جب ہم کسوف قمری
کو رصد کرتے ہین تو ہم دیکھتے ہین کہ مغرب کے رہنے والے کہتے ہین
کہ کسوف شام کے وقت ہوا ہے اور مشرق کے رہنے والے کہتے

اور باجگذار ملک باغی ہو گئے تھے - **ای چن** جب اُسکا بیٹا تخت
نشین ہوا تو اُس نے بعض کو شکست دی - مگر کل ملک پر تسلط
نہ کر سکا -

چی وانگ ٹی جو کہ بانی سند کا ہے جب بادشاہ ہوا اور اُسکا
پہلا قرن یا پہلا زمانہ سازوسامان اور اسباب قوت اور سطوت سلطنت
کے جمع کرنے کا ختم ہو گیا اور اُسکی سلطنت کا دوسرا قرن یا دوسرا زمانہ
شروع ہوا تو اُس نے ملک مین فتوحات شروع کین -

خدا نے فرمایا **حتى اذا بلغ مغرب الشمس وجدها**
تغرب فى عين حمئة ووجد عندها قوما

"یعنی جب وہ وہان تک پہونچا جہان آفتاب ڈوبتا ہے تو اُسکو پایا کہ
وہ ایک گدلے پانی کے چشمہ مین ڈوبتا ہے اور وہان اِس نے
ایک قوم کو پایا -

مغرب الشمس کے یہ معنی لینے کہ جس جگہ آفتاب ڈوبتا ہے
اُسی طرح صحیح نہین ہو سکتے کیونکہ آفتاب کہین نہین ڈوبتا مگر آدمی
ایسی جگہ پہونچ جاتا ہے جہان اُسکو آفتاب غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے -
امام رازی صاحب نے بھی اِس امر پر بحث کی ہے اور لکھا ہے
کہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ زمین گول ہے اور آسمان
اُسپر محیط ہے اور کچھ شک نہین کہ آفتاب آسمان مین ہے - اور
یہ بھی خدا نے کہا ہے کہ اُس کے پاس اُس نے قوم کو پایا اور یہ بات

يسكن البلاد والقرية من خط الاستواء كذلك وذكر فى كتب التفسير ان بعضهم قال سافرت حتى جاوزت الصين فسألت عن هؤلاء فقيل بينك وبينهم مسيرة يوم وليلة فبلغتهم فاذا احدهم يفرش اذنه الواحدة ويلبس الاخرى ولما قرب طلوع الشمس سمعت كهيئة الصلصلة فغشى على ثم افقت وهم يمسحوننى بالدهن فلما طلعت الشمس اذا هى فوق الماء كهيئة الزيت فادخلونا سربا لهم فلما ارتفع النهار جعلوا يصطادون السمك ويطرحونه فى الشمس فينضج لهم وقال تعالى كذلك وقد احطنا بما لديه خبرا اى كذلك (الاول) اى فعل ذو القرنين ثم اتبع هذه الاسباب حتى بلغ ما بلغ وقد علمنا حين ملكنا ما عنده من الصلاحية لذلك الملك والاستيلاء (اول) به (والثانى) كذلك امر هؤلاء القوم على ما قد اعلم رسول الله ... فى ذلك (والثالث) هذا اى كما كانت حالته مع اهل المطلع كانت مع

یعنی خلیج بنگالہ مین ڈوبتا ہوا دیکھا ۔ سمندر کا پانی خود میلا اور کیچڑ سا دکھائی دیتا ہے اور سورج کے غروب ہوتے وقت اُسکی شعاعون سے اُسپر سرخی جھلکتی ہے اور اسی واسطے اُسکو عین حمئتہ سے تشبیہ دی ۔

پھر خدا نے کہا کہ "قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا واما من امن وعمل صالحا فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ من امرنا یسرا"

یعنی ہم نے کہا اے ذوالقرنین (اُس قوم کو جو یہان ملی ہے غالباً ملایا کے لوگون کو) یا تو عذاب دے (یعنی سزا دے) یا اُنپر احسان رکھ (یعنی معاف کر) اُس نے کہا جس کسی نے زیادتی کی ہے اُسکو ہم عذاب یعنی سزا دینگے پھر پلٹا دیا جاوے گا اپنے پروردگار کے پاس (یعنی مارڈالا جاویگا) پھر وہ اُسکو عذاب دیگا عذاب سخت اور جو کوئی ایمان لایا (یعنی فرمانبرداری کی) اور اچھا کام کیا تو اُس کے لیے اچھا بدلہ ہے اور مین کہون گا (یعنی حکم دون گا) اس کے لیئے اپنے معاملات مین سہولت کا ۔"

یہ بیان اس بادشاہ کے سلوک کا ہے جو اُس نے اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ کیا قلنا یا ذا القرنین سے یہ سمجھنا کہ خدا نے اُس

ان الواثق باللہ ... فرأى المنار کانہ فم ... ہٰذا القوم ... الخلائق ... فیہ من ... حتی ... انہ بنا ... المذاب وعلیہ باب مقفل ثم ان ذلک الانسان لما حاول ... الرجوع اخرجہم ... الی البقاع الیمانیۃ ... ثم ... فی البقاع ... مقفل ... والرابع ... من الجمع ...

بحقیقۃ الحال ... الثالث ان ذا القرنین لما بلغ ما بین السدین وجد من دونہما ای من ورائہما ... قوما ... لا یکادون یفقہون قولا قرأ حمزۃ والکسائی ...

[illegible]

السد بفتح السین ما کان من صنعة بنی آدم فھو وقیل ما کان من الکسائی ھما لغتان فی الموضعین قال فیھما وضمھما الی السین وسداهمنا فتح السین عاصم بالضم فیھما کل القرآن وقرأ ابن وابن عامر وابو بکر عن کل القرآن وقرأ نافع

ہین کہ صبح کے وقت ہوا ہے پس ہمنے جانا کہ مغرب کے رہنے والون
کی جو شام ہے مشرق کے رہنے والون کے لیئے وہ دوسرے دن
کی صبح ہے بلکہ جو شام کا وقت ہمارے لیئے ہے وہ کسی دوسرے
شہر مین عصر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت ہے دوسرے شہر مین
اور چاشت کا وقت ہے کسی تیسرے شہر مین اور صبح کا وقت ہے
کسی چوتھے شہر مین اور آدھی رات ہے کسی پانچوین شہر مین
اور جبکہ بعد تجربہ اور استقرا کے یہ حال معلوم ہے اور اُسپر اعتبار ہے
اور ہمنے جان لیا کہ آفتاب ان تمام وقتون مین نکلا ہوا رہتا ہے تو یہ کہنا
کہ وہ دلدل مین ڈوب جاتا ہے ایسا کلام ہے جو خلاف یقین کے
ہے اور خدا کا کلام اس تہمت سے پاک ہے بس اب کوئی چارہ نہین
ہے کہ ہم وہ تاویل کرین جو ہمنے بیان کی۔

اب امام صاحب کی اس تقریر پر غور کرو تو نتیجہ اُس کا وہی ہے
جو مختصر لفظون مین ہمنے بیان کیا ہے کہ **مغرب الشمس** سے ایسی
جگہ مراد ہے جہان سے آدمی کو آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہو۔ جیسے
سمندر مین سفر کرنیوالے کو یا سمندر کے مشرقی کنارہ پر کھڑے رہنے
والے کو سمندر مین آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اب ملک کے جغرافیہ پر نظر کرو۔ جب یہ بادشاہ فتوحات کرتا ہوا
برہما اور ملایا کے کنارہ پر پہونچا تو اُس کے جانب غرب خلیج اف بنگالہ
تھا تو اُس نے وہان ملایا قوم کو پایا اور آفتاب کو **فی عین حمئة**

فھو السد بفتح السین وما کان من صنع الله فھو السد بضم السین والجمع سدد وھو قول ابی عبیدة وابن الانباری قال صاحب الکشاف السد بالضم فعل بمعنی مفعول ای ھو مما فعله الله وخلقه والسد بالفتح مصدر حدث (البیت الثانی) [illegible] ھما جبلان من قطع الشمال فی ناحیة الشمال وقیل جبلان بین ارمینیة وبین اذربیجان وقیل ھذا المکان فی مقطع ارض الترک [illegible]

[illegible]

جہان آفتاب نکلتا ہے تو اُس نے ایسی قوم پر اُسکو نکلتا ہوا پایا کہ ہمنے اُن کے لیئے آفتاب کے ورے کوئی اوٹ نہین رکھی - یہ حال (اُس جگہ کا) تھا اور بیشک ہمنے جان لیا تھا جو کچھ اُس کے پاس وہان کی خبر پہونچی تھی -

وقد احطنا بمالدیه خبرا کی نسبت ابن عباس کی تفسیر مین لکھا ہے **قد علمنا بما کان عنده من الخبر والبیان** اسی کے مطابق ہمنے بھی ترجمہ کیا ہے جو معنی ہم نے ابھی **مغرب الشمس** کے بیان کیے ہین وہی معنی **مطلع الشمس** کے ہین یعنی وہ ایسی جگہ پہونچا جہان اُسکو آفتاب نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا یہ حال مملکت چین کے شرقی کنارہ کا ہے جو بہت بڑے سمندر سے گہرا ہوا ہے جب آفتاب نکلتا ہے اُس کنارہ کے رہنے والون مین اور آفتاب کو نکلتا ہوا دکھائی دیتے ہین کوئی چیز حائل نہین ہوتی سمندر کے پانی کی صاف سطح ہوتی ہے - اور آفتاب کا نکلنا بغیر کسی حجاب کے اُن ہی لوگون پر ہوتا ہے -

اس طرف کے مُلک کے لوگون کو زیر کرنے کے بعد اُس بادشاہ نے پھر سامان درست کیا چنانچہ خدا فرماتا ہے **ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما لا یکادون یفقهون قولا** -

یعنی پھر اُس نے سامان سفر کیا یہان تک کہ جب وہ پہونچا دو سدون

یاجوج و ماجوج ... وقرئ ... یاجوج و ماجوج ... ویاتون ... الاسمان ... قال الکسائی ... یاجوج ماخوذ من تاجج النار ... ماجوج من موج البحر

والماجوج ان یاجوج ... الثانی ... ماخوذ من ... الظلیم ... اجاج ... خفیف ... قال الخلیل ... الاجاج ... والمجیج الریق ... ان یکونا ماخوذین منهما واختلفوا فی انهما من ای الاقوام فقیل انهما من الترک وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الجیل والدیلم ثم من الناس من وصفهم بقصر القامة وصغر الجثة

بکون طول احدهم شبرا ومنهم من وصفهم بطول القامة وکبر الجثة واثبتوا لهم مخالب واضراسا کاضراس السباع واختلفوا فی کیفیة افسادهم فی الارض فقیل کانوا یقتلون الناس وقیل کانوا یاکلون لحوم الناس

بادشاہ سے کلام کیا تہا صحیح نہین ہے۔ قرآن مجید مین ایسے مقامون
پر قلنا کا لفظ بمعنی شستنا کے آتا ہے جیسے کہ خدا نے اُن یہودیون
کی نسبت جنہون نے سبت کے دن زیادتی کی تھی فرمایا ہے
قلنا لهم كونوا قردة خاسئين اسی طرح اُس کے
جواب مین قال کا لفظ آیا ہے۔ پس اس طرح کا استعمال نہ نبوت
کی نشانی ہے اور نہ خدا کے ساتھ سوال وجواب ہونے کی دلیل ہے
بلکہ جو سلوک کہ اُس فتحمند بادشاہ نے اُس مفتوح قوم کے ساتھ کیا
اُس کا بیان ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس بادشاہ پر دو
زمانے ایسے گزرے جن کا اشارہ قرآن مجید مین بھی موجود ہے اور
یہ نہایت قوی قرینہ ہے کہ اِن ہی مختلف دو زمانون کی وجہ سے
خدا تعالیٰ نے اُس کی نسبت ذوالقرنین کا لفظ استعمال کیا
ہے۔

اس فتح کے بعد اُس نے مشرق کی طرف حملہ شروع کیا اور اُس
ملک کے مشرقی کنارہ پر پہونچا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے
ثم اتبع سبباً حتى اذا بلغ مطلع الشمس وجدها
تطلع على قوم لم نجعل لهم من دونها ستراً
كذلك وقد احطنا بما لديه خبراً۔
یعنی پھر اُس نے سفر کا سامان کیا یہان تک کہ جب وہ پہونچا

مین بنا دون گا تمہارے اور اُن کے بیچمین مضبوط دیوار

پہلی بات اِس آیت مین جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ قالوا یا ذاالقرنین کس کا قول ہے مفسرون کا یہ خیال ہے کہ یہ اُسی قوم کا قول ہے جو اُس جگہ ملی تھی اور جس کی نسبت کہا گیا ہے لَا یکادون یفقھون قولا۔ مگر یہ خیال ہرگز صحیح نہین یہ قول اُن لوگون کا ہے جو سرحد چین کے اندر اور مغفور کے مُلک مین رہتے تھے اور اُسی قوم کی لوٹ مار کے بچنے سے جسکی نسبت کہا گیا ہے لَا یکادون یفقھون قولا دیوار بنوانا چاہتے تھے۔

دوسری چیز جو اُس بادشاہ نے علاوہ محنت کے اُن سے چاہی وہ لوہا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اٰتونی زبرالحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعلہ نارًا قال اٰتونی افرغ علیہ قطرا۔

یعنی لادو مجھکو لوہے کے ٹکڑے۔ یہانتک کہ جب وہ دونون پہاڑون مین برابر کرچکا تو کہا دھونکو یہانتک کہ جب اُس لوہے کو آگ یعنی لال کردیا تو اُس نے کہا مجھکو لادو مین اُسپر ڈالدون پگھلی ہوئی دھات یعنی تانبا یا پیتل یا سیسہ۔

یہ آیتین نہایت صاف ہین مگر مفسرین نے ان کو عجیب طرح پر بیان کیا ہے قرآن مجید مین جو لفظ زبرالحدید آیا ہے اُس کے معنی لوہے کی تختی یا لوہے کی اینٹین قرار دیے ہین۔ اور پھر یہ قرار دیا ہے کہ

یعنی دو پہاڑون مین تو اُس نے اُن کے ورے ایک مقام کو پایا - کہ
بمشکل اُن کی بات سمجھتے تھے -

یہ مقام مملکت چین کے شمالی حد پر ہے اور جس قوم کا ذکر ہے
وہ تاتاری اور قدیم سِتھیا کی رہنے والی تھی - جو غارتگری اور لوٹیرے پن
مین مشاق اور لوٹ مار کی عادی تھی - اُن کی زبان چین کر رہنے
والون سے مختلف تھی -

جب وہ بادشاہ اِس مقام پر پہونچا تو لوگون نے کہا جو قرآن مجید
مین مذکور ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے - **قالوا یاذاالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسد فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما -**
یعنی اُن لوگون نے کہا کہ اے ذوالقرنین بیشک یاجوج
وماجوج فساد کرنے والے ہین زمین (یعنی ملک) مین - پھر کیا
ہم تیرے لیئے کوئی محصول (یعنی ٹیکس یا باجھہ) مقرر کرین اِس بات
پر کہ تو بنا دے ہم مین اور اُن مین سد (یعنی فصیل یا دیوار یعنی ایسی
روک کہ وہ ہمارے ملک مین نہ آسکین) اُس بادشاہ نے کہا کہ
خدا نے جو مقدور مجھکو دیا ہے وہ بہت اچھا ہے (یعنی کافی ہے محصول
لگا کر روپیہ لینے کی ضرورت نہین) پھر تم میری مدد کرو محنت کر کے

چٹانون کی دیوار بنانے کا اور اُسکو مضبوط کرنے کا کہ کوئی پتھر دیوار مین سے
نکالنے سے نہ نکل سکے یہ دستور ہے کہ دو چٹانون کو برابر رکھکر دونون کے سرون
کے پاس سوراخ کرتے ہین اور اُن مین لوہے کے پائون لگاتے ہین
تاکہ ایک دوسرے سے جُڑ جاوین اور نکالنے سے نکل نہ سکے اور اُس لوہے
کے پائون کو جس کا ایک سرا ایک چٹان کے چھید مین اور دوسرا سرا
دوسری چٹان کے چھید مین رہتا ہے آگ سے لال کرکے اُن چھیدون
مین لگاتے ہین اور کوئی پگھلی ہوئی دھات اُن چھیدون مین ڈال دیتے
ہین تاکہ پائون کے سرے چھیدون مین جم جاوین اور پتھر نکلنے نہ پاوین
اور کسی طرح بغیر دیوار کے منہدم کیئے نہ دیوار مین چھید ہو سکے اور نہ کوئی
پتھر ہل سکے۔

قرآن مجید کے ان لفظون کا کہ حتی اذا ساوی بین الصدفین
یہ معنی سمجھنے کہ جب وہ دیوار دونون پہاڑون کی چوٹیون کے برابر اونچی
ہوگئی بھی صحیح نہین ہے بلکہ ساوی بین الصدفین کا اطلاق
دونون پہاڑون مین دیوار کی بنیاد کے برابر کرنے پر صادق آتا ہے اور
بنیاد کو برابر کرکے اُسپر ردہ لگایا جاتا ہے پس قرآن مجید کا صاف صاف
مطلب یہ ہے کہ اُس نے دونون پہاڑون کے بیچ مین دیوار کو برابر
یعنی موافق محاورہ عمارت لیول مین یعنی پنسال مین کیا اور اُسپر جو ردہ
لگایا تھا اُسمین لوہے کے پائون لگانے کی غرض سے کہا کہ لوہے
کو پھونکو اور جب وہ مثل آگ کے لال ہوجاوے اُسکو آنکہ اور اُسپر

اُن لوہے کی اینٹون کو اوپر تلے رکھکر بطور دیوار کے چنا اور اُسکو پہاڑ کی چوٹی تک اونچا کر دیا اور جب وہ پُوری ہوگئی جس کی لنبائی پندرہ سو میل کے قریب تھی تو آگ جلاکر اُس دیوار کو آگ کے مانند کر دیا یعنی جیسے لوہا آگ مین جلانے سے لال مثل آگ کے ہو جاتا ہے اس طرح ساری دیوار مثل آگ کے ہوگئی - پھر اُس دیوار پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا اور وہ درزون مین بیٹھکر جم گیا اور سب مل کر لوہے کی ایک ڈال دیوار یا ایک ڈال مثل لوہے کے پہاڑ کے ہوگئی

یہ تفسیر ایسی ہے جو نہ عقل مین آسکتی ہے اور نہ قرآن مجید کی آیتون مین اس خارج از عقل کارستانی کا اشارہ پایا جاتا ہے کسی طرح قرآن مجید سے نہین پایا جاتا ہے کہ وہ دیوار لوہے کی اینٹون سے چُنی گئی تھی - لوہا بلا شبہ دیوار کے بنانے مین کام مین لانے کو منگوایا گیا تھا مگر یہ بات کہ اُس لوہے سے دیوار چُنی گئی تھی - ہرگز قرآن مجید مین نہ مذکور ہے نہ اُسکی طرف اشارہ ہے -

یہ دیوار جو سد کے نام سے مشہور ہے پہاڑی ملک مین بنائی گئی تھی اور کچھ شبہ نہین کہ پتھرون کی چٹانون سے بنائی تھی - مگر پتھرون کی چٹانون کے مضبوط کرنے اور ایک کو دوسرے سے جوڑنے کو لوہا درکار تھا - اسی کی نسبت اُس بادشاہ نے کہا کہ لوہے کے ٹکڑے مجھکو لاکر دو - اس دیوار کو بنے اکیس سو بائیس سو برس گذرے ہونگے اُس زمانہ کی بہت سی عمارتون کے نشان اور کھنڈرات بھی موجود مین پتھر کی

کی بد دعا سے سب مر جاوین گے۔
یہ محض بے اصل کہانیان ہین اب اس زمانہ مین تمام تاتار پر جو یاجوج و ماجوج کی قوم ہے چینیون کی عملداری ہے جو چینی ترکستان کے نام سے موسوم ہے۔ یاجوج و ماجوج یعنی تاتاری تمام دنیا مین ٹرے پھرتے ہین نہ کسی کے کان ٹھے ہین اور نہ کسی کا گوشت کہاتے ہین خاصے بھلے چنگے آدمی ہین۔
جس طرح کہ خدا تعالی جابجا فرماتا ہے کہ اخیر کو تمام چیزین فنا ہو جاوین گی اسی طرح اس دیوار کی نسبت بھی فرمایا ہے جیسے کہ زمین کی نسبت فرمایا۔ کلا اذا دکت الارض دکا دکا و جاء ربک والملک صفا صفا۔
مسٹر جمس کارکرن نے ایک چینی تاریخ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے اس تاریخ مین اس بادشاہ اور اس دیوار کی نسبت جو کچھ یہ لکھا ہے اس مقام پر نقل کرتے ہین۔

تاریخ چین جمس کارکرن

ای چن کے بعد چی وانگ لی ٹی فغفور ہوا اور اکثر ختائی مورخون کی روایت ہی کہ وہ ای چن کے نطفے سے نہ تھا کیونکہ اس کی ماں جب ایک مرد سوداگر سے حاملہ ہو چکی تھی تب اس نے فغفور کے ہاتھ اس عورت کو بیچا تھا اور اس شخص نے یہ حرکت اس امید سے کی تاکہ تمنا دل کی پوری ہووے اور اپنی اولاد کو تخت پر دیکھے اگرچہ یہ امر بعید القیاس نہین ہے لیکن شبہ اس نقل کی راستی پر اسی جہت سے ہوتا ہے کہ علماء ختا بسبب ایک سانحے کے جو ذیل مین مذکور ہے اس کے نام پر ہزار ہا لعنتین کرتے ہین اور یہ فقرہ اس کے حرامزادے ہونے کا توہین کے قصد سے انہون نے تیار کیا ہے غرض یہ تحقیق ہے کہ سوداگر نے فغفور ای چن سے یہ دوستی بڑہائی اور اپنی لیاقت اس طرح اس کے نزدیک ظاہر کی کہ ای چن نے خدمت وزیر اعظم کی اسی دی خیر جب فغفور نے انتقال کیا وہی لڑکا تیرہ برس کی عمر مین گدی پر جلوہ بخش ہوا اور ایسے بہادر اور مدبر فغفور گنتی کے دو تین ہی ہوئے ہین اور ایسا ایسا کام اس نے کیا کہ نام اس کا قیامت تک رہیگا۔
اعیان دولت سے ایک شخص بنام لی زہی غیر ملکی تھا یعنی وطن اس کا

پگھلی ہوئی دھات ڈال دو۔ پس یہ دیوار اسی طرح پر بنی ہے جس طرح
عموماً اس قسم کی دیوارین بنتی ہین۔ عجیب بات اسمین جو ہے وہ یہی ہے
کہ پندرہ سَو میل کے قریب لمبی ہے اور پہاڑون مین اور پہاڑون کی
چوٹیون پر اور میدانون مین اور دریاؤن پر برابر بنتی چلی گئی ہے۔
اس دیوار کی مضبوطی ظاہر کرنیکو خدا نے فرمایا۔ **فما استطاعوا**
ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ھذا
رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاو
کان وعد ربی حقا۔
یعنی پھر قوم **یاجوج وماجوج** اُسپر نہ چڑھ سکی اور نہ اُسمین نقب
لگا سکی۔ اُس بادشاہ نے کہا کہ یہ دیوار ایک رحمت ہے میرے
پروردگار کی پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آویگا تو اُسکو ریزہ
ریزے کردیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔
ان آیتون کی نسبت مفسرین نے محض بے سند اور واہی کہانی
اُسپر روایتون سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یاجوج وماجوج اس دیوار
کے توڑنے کے درپے ہین۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین روپیہ برابر
سوراخ کرچکے تھے جب حضرت عیسیٰؑ آسمان پر سے اُترینگے اُسوقت
وہ اُسکو توڑ کر نکلین گے گویا یہ وعدہ ہے خدا کا جو اس آیت مین
مذکور ہے اور جب وہ نکلین گے تو تمام دنیا کو لڑائی سے عاجز
کردینگے آسمان پر تیر چلادین گے وہ لہو بھری آوینگے آخر کو حضرت عیسیٰ

علیہ لاجل ارتفاعہ و ملاستہ ولا علی نقبہ لاجل صلابتہ و ثخانتہ ثم قال ذو القرنین ھذا ای رحمتہ من ربی فقولہ ھذا اشارۃ الی السد ای ھذا السد نعمۃ من اللہ ورحمۃ علی عبادہ او ھذا الاقدار والتمکین من تسویتہ فاذا جاء وعد ربی ای اذا دنا مجیء القیامۃ جعل السد دکا ای مدکوکا مستویا بالارض وکل ما انبسط بعد الارتفاع فقد اندک وقرئ دکاء بالمد ای ارضا مستویۃ وکان وعد ربی حقا وھذا آخر حکایۃ ذی القرنین تفسیر کبیر

البلیس مجسم کا لقب اُسکو دیا ہے حقیقت مین اُن کی ہجو بے سبب نہین تھی کیونکہ ایک تو
کتب قدیم کے نقصان کرنے اور سب فاضلون کے گہر سے کتاب جبراً منگوا کے جلا دینے
کی حرکت اُس نے کی ہی تھی علاوہ اس کے چار سو ساٹھ علمار کو اسی قصور پر اُس نے
جیتا گڑوا دیا کہ انہون اپنے کتب خانے کو بادشاہ کے پیادون کے حوالہ انہون نے نہین کیا
تھا سوائے اسکے اُن سے خوف فغفور کو یہ تہا کہ اگر زندہ رہین گے تو حافظے سے اُن کتابون کو
پھر لکھین گے اور ہمکو عاجز کرین گے غرض طیش مین آکر چی وانگ ٹی نے یہ خون
ناحق کیا اور بے رحم اور سنگدل اور خونخوار بجا کہلایا لیکن ان عیبون کے ساتھ اتنا تھا کہ
خطا مین اگر پانچ چار فغفور متواتر اسی طرح کے ہوتے تو واللہ اعلم کیا کیا وہ نہ کرتے اور کس
کس ملک کو عمل مین نہ لاتے۔ القصہ جب کشت و خون اور لڑائی بھڑائی سے فارغ ہوا
اور انتظام ملک کا تردد کر چکا ہمیشہ جینے اور باقی رہنے کی ہوس اُس کے دل مین از بس پیدا
ہوئی اور اس خیال باطل کو خوشامدیون نے ترقی دی آخر الامر چند نوجوان مرد اور عورتون کو
اُس مشرقی سمندر کی طرف روانہ کیا اس لیئے کہ سن چکا تھا کہ اُدہر کے جزیرون مین ایک جزیرہ
ایسا تھا کہ وہان کے چشمہ کا پانی جس نے پیا مرگ اُس کے نزدیک نہین آئی۔ غرض وہ
لوگ گئے اور پھر آئے اور اُن کا بیان یہ تھا کہ مشرقی سمندر مین طوفان نے آگے بڑھنے نہ دیا
لیکن ایک مرد کا جہاز چونکہ طوفان مین بحر سے الگ ہو گیا تہا اُسنے چند سے بعد آن کر یہ فقرہ سنایا
کہ منزل مقصود تک پہنچا تھا لیکن چشمہ اُس ایام مین جاری نہ تھا غرض اس کے ہاتھ ایک
کتاب آئی تھی جسمین یہ بات اُس نے لکھی پائی کہ چین کا گھرانا اُس خاندان کے ہاتھ سے تباہ
ہووےگا جس کا نام ھو کے لفظ سے شروع ہے۔ اس واہیات بات کے اعتبار پر فغفور نے
فوراً جنگ کا سامان تیار کیا اور چونکہ ایک قوم تاتار کا نام ھو انگ نو تہا اور پہلی حروف ھو
تھے دفعتاً اُن کے ملک پر چڑہ گیا اور چونکہ اچانک جا پہونچا اور سب کو بے فکر پایا اس سبب سے
اُن کو پامال کیا و الا اگر پیشتر سے خبر اُن کو ملتی تو شاید شکست نہوتی بلکہ غالب ہے کہ وہ تاتار
خونخوار سب فغفور کو نہایت تنگ کرتے کیونکہ وہ بڑے جنگی اور صحرا کے رہنے والے تھے اور
لوٹ تاراج سے اُن کی اوقات اور شکار پر اُن کی گذران تھی اور ہر وقت گھوڑون پر سوار ہاتھ
مین تیر کمان تلوار لیئے خونخوار بنے رہتے تھے۔ اگرچہ وہ بھی قوم ختا سے تھے۔ چنانچہ بعض
مورخ کہتے ہین کہ شہزادہ چنکو ئی خاندان ہیا کے تباہ ہونے سے صحرا تاتار مین جا

ریاست فغفور چین سی باہر دو سرے ایک سلطان کی حد مین واقع تہا جب فرمان اِس مضمون کا نکلا کہ
جتنی غیر ملکی اِس سرکار کی ریاست مین آئے ہین سب اپنی اپنے وطن کو چلے جاوین تب اس
لی ٹزی نے ایسی ایک عرضی حضور مین گذرانی اور ریاست مین اغیار کی رہنے سے جو فایدے تصور
تھے سب کو اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ اُسنے بیان کیے کہ فغفور نے اپنے حکم کو دوسری ہی
روز منسوخ کیا اور لی ٹزی کو وزیر اعظم بنایا اور اسی کی صلاح سے بادشاہ نے تمام سلاطین کو
سر کیا اور شہنشاہ ختا اصل حقیقت مین ہوا اسکی صورت اِسطور سے ہوئی کہ پہلے کئی برس تک
فغفور نے اپنے اخراجات کو حد اعتدال پر رکہا لڑائی بھڑائی سے وہ باز رہا اور خزانے کو خوب ہی
معمور کیا جب دولت بامراد حاصل ہوئی فغفور نے زرپاشی شروع کی اور سلاطین مین زر کے
وسیلے سے بگاڑ ڈلوادیا اور جب ایک دوسرے سے لڑکر قریب تباہی کے پہونچا اور اُسکا حریف
بھی علیٰ ہذا القیاس ضعیف ہوا تب فغفور نے کوئی بہانہ کرکے دونوں سے یا ایک سے بگاڑ
کیا اور آناً فاناً مین اُس کا ملک چھین لیا اور اسی تدبیر سے تمام سلاطین کو اسنے بے تخت و
تاج کیا اور ساری مملکت ختا کا مالک ہوا اور شہنشاہ اُسی وقت سے کہلایا اور حالانکہ دولت
و ملکیت خواہش سے زیادہ ہاتھ آئی تھی اور تبت بزرگ کی حد سے شرقی سمندر تک اور ملک
تاتار سے بحر جنوب تک حکمرانی ہوئی۔ لیکن آرام و عیش طلبی مطلق مزاج مین نہ سمائی باوجودیکہ
مکانات عالیشان اُسنے بہت بنائے اور بے نہایت تکلفات سے آراستہ کیا اور باغات مین
بھی علیٰ ہذا القیاس سامان بے پایان عیش و نشاط کا مہیا کردیا اسپر بھی یہ قاعدہ تھا کہ چند
آدمی کو لیے پوشیدہ جاتا تہا اور احوال وہان کے حکام عدالت اور تحصیل اور محاصل زراعت
کا خود دریافت کرتا تھا اور شوق اُس کے دل مین یہی تہا کہ مملکت ختا کا سر نو بندوبست کرے
اور قدیم فغفوروں کی روش پر نہ چلے اور اِس ارادے سے جب دستورات قدیم سے اندک
فرق کرتا تھا علمار کا شور اُٹھتا تہا کہ فلانی بات یاؤ اور شن اور یو کی خلاف حکم کے ہے
اُسکا کرنا امتناع ہے اور یہ روک ٹوک جب فغفور کو ناگوار گذری لی ٹزی سے اس نے
مشورت کی اور وزیر نے تمام کتب قدیم کو جمع کرکے آگ لگا دینے کی صلاح دی اور یہی بات
وقوع مین آئی اس سبب سے تاریخ ختا کے اکثر مقامات مین اغلاق واقع ہوا ہے اور بہت سے حوال
کو مورخون نے فقط یاد سے لکھا ہے اور یہ حرکت ختائی علما اور شعرا کو ایسی بُری معلوم ہوئی کہ
چی وانگ لی ٹ اور شیطان مین اُنہون نے فرق نہین کیا اور ولد الزنا ٹھہرانے کے علاوہ

اور وجہ اُسکی تیاری کی یہ ہوئی کہ جب قوم تاتاریہ نے اُس طرف سے بار بار یورش کر کے
ختائیون کو سخت عاجز کیا اور کوئی تدبیر ان کو ضبط کرنیکی نہین سوجھی تب اُس دیوار کی بنا
کی گئی اور فغفور چینگ والی نے دوسو چالیس برس قبل حضرت عیسیٰ کے اسکی
شروع کی اور عرصۂ قلیل یعنی صرف پانچ برس مین یہ تمام ہوئی اور حال اُس کا یہ ہے کہ نہ پہاڑ نہ
دریا کوئی مانع اُس کی ساخت کا ہوا اور آٹھ سو کوس تک جو موانع سامنے آئے سب کو دفع
کرتی ہوئی یہ دیوار اپنی منزل مقصود تک پہنچی ہے اور کئی مقام آدھ آدھ کوس کے اونچے
پہاڑون کی چوٹی پر سے یہ دیوار کھینچی ہوئی ہے اور بعض جگہ بڑے بڑے دریا پر پلون کے
اوپر سے بہ گئی ہے اور زیادہ تکلف یہ ہے کہ سمندر کے بیچ سے شروع اس طرح پر ہوئی
ہے کہ صدہا جہاز پتھرون سے لدے ہوئے ڈبا دیئے گئے اور اُسپر اُسکی بنیاد قائم ہوئی ہے
اور آٹھ سو کوس تک تین گز اونچی اور اس قدر چوڑی ہے کہ چھ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے
اُسپر گھوڑے دوڑا سکتے ہین اور سو سو قدم پر دو منزلہ اور سہ منزلہ برج بنے ہوئے ہین اور
جب تک کہ تاتاریون نے اپنی دولت کی بنا ختا مین نہین ڈالی تھی تب تک ہزارون
توپین اُن پر چڑھی رہتی تھین اور دس لاکھ فوجون کی تعیناتی تمام برجون مین تھی غرض جب سے
قضائے فلکی سے وُہی لوگ جن کی یورش کے سبب سے یہ دیوار بنی تھی ختا کے مالک ہوئے
تب سے وہان کی فوج موقوف ہوئی اور برج اور دیوار بے مرمت رہنے لگے مگر کئی باتین
عجیب و غریب اس دیوار کی ساخت مین ہوئین کہ ختائیون کی حکمت اور قدرت اور مستقل
مزاجی کی دلیلین ہین چنانچہ اول یہ کہ معماری کے سرانجام اور بڑی بڑی تختے پتھرون کو ان
لوگون نے آدھ آدھ کوس کے بلند پہاڑون پر پہنچائے جہان چڑھنے کا کوئی سہارا نہین معلوم ہوتا
اور کگاری کی بلندی ایسی ہے کہ آدمی کی چڑھائی لاممکن نظر آتی ہے اور دوسری بات تعجب انگیز یہ ہے کہ سمندر
مین جہان تھاہ گم اور جوش و خروش بحر زخار کا زیادہ ہے وہان کس طرح سے نیو ڈالی گئی کہ دو ہزار
برس سے ہلی نہین باوجودیکہ ختا کے سمندر مین ایسا طوفان دس مین نو ہر سال مین آتا ہے کہ صدہا جہاز
اور تخمیناً بارہ چودہ ہزار آدمی سالانہ انہی طوفانون مین ہلاک ہوتے ہین اور زور و شور ہوا کا ایسا ہوتا
ہے کہ ایک انگریز ناخدا بہت تجربہ کار اور عقلمند کا بیان اس طور پر ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک
ہی جہاز کی گلٹی پر دس ہزار کرنا اور دس ہزار نقارے دفعتاً بجائے جاتے تو اُسی جہاز کی
پتوار پر سوا طوفان کے غل اور شور کے اُن کرنون کی آواز کوئی شخص نہین سن سکتا الغرض

چھپا تھا اور بعض کا بیان ہے کہ اُسی ہیا مینی یو کے گھرانے کا وہ شہزادہ باپ سے
روٹھ کر صحرا مین چند آدمیون کو لیئے چلا گیا تھا وہی جد اُن لوگون کا تھا لیکن صحرا کی
آب و ہوا کی خاصیت اور قنات کے نیچے بود و باش کرنے اور کچے گوشت کھانے اور
رات دن کمر بندھے رہنے کی عادتون نے اُن کو ایسا مضبوط بنایا تہا کہ شہری ختائیون سے
اُن سے کچھہ نسبت باقی نہ رہی اور اُن کی گروہ ایک دوسری قوم ہوگئی اور یہی لوگ تھے کہ
کسریٰ اور سکندر بھی اُن کی بہادری اور مضبوطی اور سپہ گری کے قائل ہوئے اور اُن سے باج
نہ لے سکے اور اسی قوم کے پہلوانون سے رستم اور اسفندیار کا مقابلہ ہوا اور افراسیاب بھی
تاتاری تھا یہ لوگ تیر اندازی اور تلوار کے دھنی تھے اور اُن کے گھوڑے بجلی تھے اور
اُن سے جب کسی سے بگڑتی تھی دشمنون کو لاکھون گھوڑون کی ٹاپون سے روند ڈالتے تھے اور
غنیم پر دفعتًا ایسی جا پڑتے تھے کہ اُن لوگون کو حربہ کرنیکی فرصت نہین ملتی تھی گویا اجل سامنے
موجود ہوجاتی تھی اور ان کی رکاوٹ نہ دریا نہ جنگل نہ کوہستان کسی سے ممکن تھی حاصل کلام
تاتاری رسالون مین ہر شخص ایک شہسوار خونخوار تھا اور ان لوگون نے سیکڑون تختون
کو الٹ دیا اور جو سامنے پڑا خواہ دشمنی کی راہ سے خواہ لوٹ تاراج سے وہ بچ کے نہین
گیا الغرض چونکہ ان کا حال اسی جلد کے تیسرے دفتر مین طوالت کے ساتھ ہے یہان
اتنا ہی بیان کا موقع تھا کہ نتیجہ غفلت کا معلوم ہووے کہ غافل رہنے سے ایسے تاتار خونخوار کی
مار ہی پڑے۔ القصہ **چی وانگ ٹی** باوجود اس شکست دینے کے خوب جانتا تھا کہ یہ قوم
موقع پاکر انتقام ضرور لیگی اور تاوقتیکہ بدلہ اور عوض معقول نہووے اس شکست کی یاد
ہمیشہ دل کو صدمہ پہونچائیگی اس سبب سے اُس نے دیوار ختا کی بنا کی جس کا تمام
احوال عاصی نے جلد اول کے دوسرے دفتر کے چودھوین باب کے چار سے صفحے
مین بیان کیا ہے۔
سینتیس برس اُس نے سلطنت کی اور اُس کے ایام انتقال کو مورخون نے
سنہ ۲۱۰ قبل مسیح قرار دیا ہے۔

ذکر بنائے دیوار

یہ دیوار قریب آٹھ سو کوس کے لمبی ہے اور سرحد ختا اور تاتار پر واقع ہے

میں سندمین ہر سال دس بیس مرتبہ یہ قیامت برپا ہوا سمین اُس دیوارکا قیام عجائبات سے
ہے تیسری بات یہ کہ باوصفیکہ آدھی خلقت سے زیادہ اُس کی تیاری مین مطابق فرمان کے
ہر وقت حاضر رہتی تھی لیکن پانچ برس کے قلیل عرصہ مین اِس دیوارکا تمام ہونا تعجبات سے
ہے کیونکہ جب ایک انگریز سیاح نے حساب کیا تو دیکھا کہ اِس دیوار کے فقط برجون کی ساخت
مین اِس قدر اسباب عماری کا صرف ہوا ہے کہ تمام انگلستان کی ہر طرح کی عمارتون مین
جو خرچ ہوا ہے شاید اُس کے مقابلہ مین بہت کم نکلیگا اور منصفی شرط ہے کہ تمام دیوار مین
کس قدر اسباب صرف ہوا ہوگا۔ اور چوتھی بات حیرت افزا یہ ہے کہ جس نا کے پر یہ پہنچی
ہے وہان بھی منزلون تک نہ بستی نہ انسان کی نشانی تھی۔ اور آٹھ سو کوس تک فقط صحرا
اور کوہستان اور جنگل تھا اور وہان پر اِس کام چلانے کے لیئے لازم ہوا ہوگا کہ سیکڑون کوس سے
مزدورون اور کاریگرون کے لیئے رسد اور دیوار کے واسطے سرانجام آوے اور اِس جہت
مشکلین دہ گنی ہوئی ہونگی لیکن ختائیون کی حکمت اور استقلال اور ثابت قدمی سب موانع پر
غالب ہوئی اور ایک نشانی ایسی رہ گئی ہے کہ روئے زمین پر کوئی یادگار انسان کی اولوالعزمی
کا اِس کے مقابلہ مین نہین ہے بجز اُس نہر بزرگ کے جو ختا مین تین سو بیس کوس تک بنائی گئی
ہے اور جس کے لیئے قبلا خان چنگیز کے پوتے کی عقل اور ختائیون کے علم اور ثابت قدمی
پر لاکھ لاکھ درود بھیجنا مقتضائے انصاف ہے۔ انتہی ؁

یہ بات کچھ کم تعجب کی نہین ہے کہ سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ جو اُسکا باپ
مشہور تہا وہ اُس کا بیٹا نہ تھا۔ اسیطرح چی وانگ ٹی کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے
مشہور باپ کا بیٹا نہ تھا۔

سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ اُسنے آب حیات کی تلاش کی تھی اور چی وانگ ٹی
کی نسبت بھی آب حیات کا ڈھونڈہنا مذکور ہوا ہے۔

اور اِسی لیئے شبہ ہوتا ہے کہ چی وانگ ٹی کے حالات کو سکندر کے حالات مین ملا دیا ہے
چین ایسا ملک تھا کہ اگلے زمانہ مین بہت کم اُسکی تاریخ معلوم تھی اور ظاہرا یہی سبب ہوا ہے کہ مورخون نے
مفسرون کو سد کا مقام بتانے اور اُسکے بننے کے حالات بیان کرنے مین دہوکا پڑا ہے فقط ؁